ماڈل درسی کتاب

اُردو

جماعت نہم کے لیے

قومی نصاب ۲۰۲۲-۲۳ء کے مطابق

National Book Foundation

نیشنل بک فاؤنڈیشن
بطور
وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ، اسلام آباد

National Book Foundation

قومی نصاب ۲۰۲۲-۲۳ء کے مطابق

ماڈل درسی کتاب

اُردو

جماعت نہم کے لیے

قومی نصاب کونسل

وفاقی وزارتِ تعلیم و پیشہ وارانہ تربیت حکومتِ پاکستان

نیشنل بُک فاؤنڈیشن

بطور

وفاقی ٹیکسٹ بُک بورڈ، اسلام آباد

National Book Foundation

© 2024ء نیشنل بک فاؤنڈیشن بطور وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ، اسلام آباد
جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ یہ کتاب یا اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی شکل میں
نیشنل بک فاؤنڈیشن کی باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر شائع نہیں کیا جا سکتا۔

ماڈل درسی کتاب : **اُردو**
جماعت نہم کے لیے

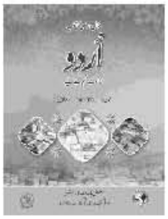

مؤلفین
پروفیسر امجد اقبال، ڈاکٹر شفقت علی جنجوعہ، ڈاکٹر فردوس کوثر، پروفیسر گل ناز، پروفیسر سلمیٰ اعوان، جاوید اقبال راجا

زیرِ نگرانی
ڈاکٹر مریم چغتائی
ڈائریکٹر، قومی نصاب کونسل
وفاقی وزارت تعلیم و پیشہ وارانہ تربیت، حکومتِ پاکستان

آئی آر سی ممبران
حاکم خان، بحریہ کالج اسلام آباد، ڈاکٹر حمیرا صادق قریشی، وفاقی تعلیمی ادارہ جات (کینٹ / گیریژن) راولپنڈی، آصفہ ذاکر، وفاقی تعلیمی ادارہ جات (کینٹ / گیریژن) راولپنڈی، رضوانہ ناہید، وفاقی تعلیمی ادارہ جات (کینٹ / گیریژن) راولپنڈی، شاکرہ تسیم، فیڈرل ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن اسلام آباد، کنیز فاطمہ بنگش، فیڈرل ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن اسلام آباد، نسرین الماس، فضائیہ سکولز اینڈ کالجز اسلام آباد، نمیزہ مختار، آرمی پبلک سکولز اینڈ کالجز راولپنڈی، مریم جمیلہ، آرمی پبلک سکولز اینڈ کالجز راولپنڈی

آئی پی سی ڈبلیو۔1۔ ممبران
ڈاکٹر محمد سہیل سرور، پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، حکومت پنجاب، لاہور، زاہدہ بنگش
ڈائریکٹریٹ آف کریکولم، اسسمنٹ اینڈ ریسرچ، حکومت سندھ جامشورو، محمد زکریا، محکمہ تعلیم، گلگت بلتستان، صابر خان پانیزئی، ادارہ نصابیات و توسیعی تعلیم حکومت بلوچستان، کوئٹہ، فائزہ علی شاہ، بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ، کوئٹہ، تاج ولی خان، نظامت نصابیات و تربیت اساتذہ حکومت خیبر پختونخوا، ایبٹ آباد، راجہ محمد عارف خان، محکمہ تعلیم آزاد جموں و کشمیر، مظفر آباد

ڈیسک آفیسر
سہیل بن عزیز

انتظامیہ
نیشنل بک فاؤنڈیشن

TEST EDITION

اشاعت اول۔ طباعت اول: مارچ 2024 | **صفحات**:130 | **تعداد**:174000

قیمت: -/215 روپے
کوڈ: STU-495، آئی ایس بی این: 978-969-37-1587-3
طابع: محمود برادرز پرنٹرز، راولپنڈی

نیشنل بک فاؤنڈیشن کی دیگر مطبوعات کے بارے میں معلومات کے لیے رابطہ کیجیے، ویب سائٹ: www.nbf.org.pk یا فون: 051-9261125
یا ای میل: books@nbf.org.pk، اور اس درسی کتاب کے بارے میں اپنی رائے دینے کے لیے ہمیں ای میل کیجیے: nbftextbooks@gmail.com

پیش لفظ

اُردو برائے جماعت نہم قومی نصاب ۲۳۔۲۰۲۲ء کے مطابق تیار کی گئی ہے۔ جماعت ہشتم کی سطح کے بعد زبان و بیان میں قدرے رفعت اور طرزِ بیان میں ادبیت کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نظم و نثر اور زبان کے دیگر اصول و اسالیب کو بھی ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے۔ مشقی سلسلے میں بھی نصابی حاصلات کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، چنانچہ نویں جماعت کی درسی کتاب کی تیاری کے دوران ان پہلوؤں کو مدّنظر رکھا گیا ہے۔ اس میں پاکستانی اُردو کے جدید تقاضوں کی طرف بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ جنھیں اگلی جماعتوں میں بہت حد تک پورا کیا جائے گا۔ خاص طور پر نثر کی مختلف اصناف، صحافتی اُردو، دفتری اُردو، عدالتی اُردو، سائنسی اور تکنیکی اُردو، کمپیوٹر اور موبائل فون کی زبان کے بہت سے ایسے پہلو ہیں، جن سے طلبہ کو روشناس کرانے کی ضرورت ہے۔ یاد رہے کہ ہمیں زبان کا استعمال سکھانا ہے۔ اساتذہ کو زیادہ زور اسی پہلو پر دینا ہوگا۔ خاص طور پر کمپیوٹر ٹیکنالوجی، موبائل فون اور ویب سائٹس کے حوالے سے اُردو کو جو حیثیت حاصل ہے، اسے تدریس کا حصّہ بنانا ہوگا۔ یہ ذمہ داری اُردو کے اساتذہ پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے روزمرہ اسباق میں کس طرح سے ان پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ لائبریری سے طلبہ کے ربط و ضبط اور شوق کی ترویج کے لیے کہیں کہیں اضافی معلومات اور سرگرمیاں دی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں بھی اساتذہ کی رہنمائی درکار ہوگی۔ اسباق، منظومات اور غزلیات کے آخر میں طلبا و طالبات کی رہنمائی کے لیے اضافی معلومات کی غرض سے مصنفین اور شعرا کا مختصر تعارف بھی دے دیا گیا ہے اور اساتذہ کرام کی رہنمائی کے لیے سبق کے آغاز میں حاصلاتِ تعلم بھی درج کر دیے گئے ہیں۔

معیار کی رفعت، تدریسی حاصلات، ذہنی رسائی اور اُسلوب کی پیروی ہمارا نصب العین ہے۔ نیشنل بُک فاؤنڈیشن نے موثر تدریسی مراحل کو مدّنظر رکھتے ہوئے اور خصوصی کاوشیں بروئے کار لاتے ہوئے مواد اور مثالوں سے اس درسی کتاب کو شائع کیا ہے۔ اس ضمن میں تمام رفقا کی مساعی لائقِ تحسین ہیں۔

حتیٰ الامکان کوشش کی ہے کہ کتاب غلطیوں سے پاک ہو۔ حکومتِ پاکستان کی ہدایات کے مطابق کتابوں میں اس بات کو بھی یقینی بنایا گیا ہے کہ مختلف حوالوں سے وزارتِ مذہبی امور کی جانب سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے جو نوٹیفکیشن جاری ہوتے رہے ہیں ان پر بھی مکمل طور پر عمل کیا جائے۔ ان کی روشنی میں درستی کر دی گئی ہے۔ تاہم پھر بھی آپ سے درخواست ہے کہ اگر اس کتاب میں کسی قسم کی لسانی اور علمی نوعیت کی غلطیاں ملیں تو ہمیں ان سے آگاہ فرمائیں اور مزید بہتری کے لیے اپنی تجاویز پیش کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں ان کی درستی کی جاسکے۔ اس کے لیے ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ڈاکٹر راجہ مظہر حمید

مینجنگ ڈائریکٹر

National Book Foundation

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

فہرست اسباق

نمبر شمار	عنوان		صفحہ نمبر
	حصۂ نثر		
۱۔	اخلاقِ حسنہ (سیرت نگاری)	سید سلیمان ندوی	05
۲۔	کتبہ (افسانہ)	غلام عباس	12
۳۔	بھیڑیا (پشتو ادب۔ افسانہ)	فاروق سرور	22
۴۔	آرام و سکون (ڈراما)	امتیاز علی تاجؔ	28
۵۔	کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ (ناول: توبۃ النصوح)	ڈپٹی نذیر احمد	37
۶۔	نام دیو مالی (خاکہ)	مولوی عبدالحق	46
۷۔	ابتدائی حساب، (طنز و مزاح)	ابنِ انشاؔ	52
۸۔	لڑی میں پروئے ہوئے منظر (سفر نامہ)	رضا علی عابدی	61
۹۔	اپنی مدد آپ (مضمون)	سر سید احمد خان	68
	حصۂ نظم		
۱۔	حمد	مظفرؔ وارثی	76
۲۔	نعت	ظفرؔ علی خان	80
۳۔	جاوید کے نام	علامہ اقبال	86
۴۔	محنت کی برکات	الطاف حسین حالیؔ	90
۵۔	کرکٹ اور مشاعرہ (طنز و مزاح)	دلاور فگارؔ	94
۶۔	پیامِ لطیف (سندھی زبان کی شاعری)، تعارف و انتخاب: پروفیسر امجد اقبال	مترجم شیخ ایازؔ	99
	حصہ غزل		
۷۔	فقیرانہ آئے صدا کر چلے	میر تقی میرؔ	104
۸۔	سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا افسانہ کیا	خواجہ حیدر علی آتشؔ	109
۹۔	غم ہے یا خوشی ہے تو	ناصرؔ کاظمی	113
۱۰۔	کاش طوفاں میں سفینے کو اُتارا ہوتا	پروین فنا سید	117
	فرہنگ		121

National Book Foundation

۱ اخلاقِ حسنہ

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- مختلف سمعی ذرائع سے کہانی، نظم، واقعہ، تقریر، اعلان، خطبہ، گفتگو، خبر، ڈراما، ہدایت اور فیچر وغیرہ سُن کر عمدہ سامع کے طور پر تیز رفتار سماعت کا مظاہرہ کر سکیں۔
- ذرائع ابلاغ سے خبروں، ڈراموں اور فیچروں میں اٹھائے گئے اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی نکات وغیرہ سُن کر اہم نکات مع تبصرہ و تشریح بیان کر سکیں۔
- اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی امور وغیرہ سے متعلق اپنی گفتگو میں موزوں الفاظ و تراکیب پر مشتمل روزمرہ اور بامحاورہ زبان استعمال کر سکیں۔
- لائبریری کی درجہ بندی اور فہرست کی ترتیب کو سمجھتے ہوئے اس کو استعمال کر سکیں۔
- مفہوم برقرار رکھتے ہوئے متفرق طریقوں سے عبارت یا جملوں میں تبدیلی کرتے ہوئے انھیں مزید آگے بڑھا سکیں۔
- مضمون نویسی کے مختلف انداز (بیانیہ، مدلل، بحثی اور تفصیلی) کو مدّ نظر رکھتے ہوئے مختلف موضوعات کو قلم بند کریں۔
- کسی بھی رسمی و غیر رسمی تحریر (کالم، خبر، رپورٹ، تبصرہ، تذکرہ، تجزیہ وغیرہ) کی جزئیات کو سمجھتے ہوئے اس پر تنقید و تبصرہ کر سکیں۔
- مختلف حروف (اضافت، شرط، استفہام، جار) کی نشان دہی کر سکیں۔

پڑھیں

عقائد اور عبادات کے بعد تعلیماتِ نبوی کی کتاب کا تیسرا باب اخلاق ہے۔ اخلاق سے مقصود باہم بندوں کے حقوق و فرائض کے وہ تعلقات ہیں جن کو ادا کرنا ہر انسان کے لیے مناسب بلکہ ضروری ہے۔ انسان جب اس دنیا میں آتا ہے تو اس کی ہر شے سے تھوڑا بہت اس کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی تعلق کے فرض کو بہ حُسن و خوبی انجام دینا اخلاق ہے، اس کے اپنے ماں باپ، اہل و عیال، عزیز و رشتہ دار، دوست و احباب سب سے تعلقات ہیں بلکہ ہر اُس انسان کے ساتھ اس کا تعلق ہے جس سے وہ محلّہ، وطن، قومیت، جنسیت یا اور کسی نوع کا علاقہ رکھتا ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر حیوانات تک سے اس کے تعلقات ہیں اور ان تعلقات کے سبب سے اس پر کچھ فرائض عائد ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ دنیا کے سارے مذہبوں کی بنیاد اخلاق پر ہی ہے، چناں چہ اس عرصہ ہستی میں جس قدر پیغمبر اور مصلح آئے، سب کی یہی تعلیم رہی کہ سچ بولنا اچھا ہے اور جھوٹ بولنا بُرا ہے۔ انصاف بھلائی اور ظلم برائی ہے۔ خیرات، نیکی اور چوری بدی ہے لیکن مذہب کے دوسرے ابواب کی طرح اس باب میں بھی محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی بعثت تکمیلی حیثیت رکھتی ہے، خود آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: میں حسنِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ (مشکوٰۃ: ۵۰۹۶)

چناں چہ آپ ﷺ نے اپنی بعثت کے ساتھ ہی اس فرض کو انجام دینا شروع کر دیا۔ ابھی آپ ﷺ مکہ ہی میں تھے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو اس نئے پیغمبر کے حالات اور تعلیمات کی تحقیق کے لیے مکہ بھیجا۔ انھوں نے واپس آ کر اس کی نسبت اپنے بھائی کو جن الفاظ میں اطلاع دی وہ یہ تھے:

ترجمہ: میں نے اس کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دیتا ہے۔

National Book Foundation

حبشہ کی ہجرت کے زمانے میں نجاشی نے جب مسلمانوں کو بُلوا کر اسلام کی نسبت تحقیقات کیں، اس وقت حضرت جعفر طیارؓ نے جو تقریر کی، اس کے چند فقرے یہ ہیں:

"اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، ہم سایوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، زبردست زیردستوں کو کھا جاتے تھے، اس اثنا میں ایک شخص ہم میں پیدا ہوا، اس نے ہم کو سکھایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں، خوں ریزی سے باز آئیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہم سایوں کو آرام دیں، عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں۔"

اسی طرح قیصر روم کے دربار میں ابوسفیان نے جو ابھی تک کافر تھے، آں حضرت ﷺ کی اصلاحی دعوت کا جو مختصر خاکہ کھینچا اس میں یہ تسلیم کیا کہ وہ خدا کی توحید اور عبادت کے ساتھ لوگوں کو یہ سکھاتے ہیں کہ "وہ پاک دامنی اختیار کریں، سچ بولیں اور قرابت کا حق ادا کریں۔"

قرآن مجید نے جابہ جا آں حضرت ﷺ کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ:

ترجمہ: یہ پیغمبر اَن پڑھ جاہلوں کو پاک وصاف کرتا اور ان کو کتاب وحکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔

اسلام میں اخلاق کو جو اہمیت حاصل ہے، وہ اس سے ظاہر ہے کہ آں حضرت ﷺ نماز میں جو دعا مانگتے تھے، اس کا ایک فقرہ یہ بھی ہوتا تھا:

ترجمہ: اور اے میرے خدا تو مجھ کو بہتر سے بہتر اخلاق کی رہنمائی کر، تیرے سوا کوئی بہتر سے بہتر اخلاق کی راہ نہیں دکھا سکتا اور برے اخلاق کو مجھ سے پھیر دے، اور ان کو نہیں پھیر سکتا لیکن تو۔

اسلام میں اخلاق ہی وہ معیار ہے جس سے باہم انسانوں میں درجے اور رتبے کا فرق نمایاں ہوتا ہے، فرمایا:

ترجمہ: تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

ایک اور حدیث میں ہے:

ترجمہ: (قیامت کی) ترازو میں حسنِ خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہوگی کہ حسنِ اخلاق والا اپنے حسنِ خلق سے ہمیشہ کے روزہ دار اور نمازی کا درجہ حاصل کر سکتا ہے۔

اس بشارت نے اخلاقِ حسنہ کی نعمت کو تمام انسانی نعمتوں سے بالاتر بنا دیا۔ ایک اور حدیث میں آں حضرت ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: اللہ کے بندوں میں اللہ کا سب سے پیارا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

ان کے علاوہ کثرت سے ایسی حدیثیں ہیں جن میں آں حضرت ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ فلاں فلاں اوصاف و اخلاق ایمان کے لوازم اور خصوصیات ہیں، جس قدر ان لوازم اور خصوصیات میں زیادتی اور کمی ہوگی گویا اسی قدر اس ایمان کے منشا میں زیادتی و کمی ہوگی، یعنی ہمارے یہ ظاہری اخلاق ہماری اندرونی ایمانی کیفیت کا معیار اور پیمانہ ہیں، ہمارے دل کے اندر کا ایمان ہمارے گھر کا چراغِ زیرِ دامن ہے جس کی چمک دمک اور روشنی کا اندازہ اس کی باہر نکلنے والی شعاعوں سے کیا جائے گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

ا۔ ایمان کی ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں جن میں سے ایک حیا ہے۔

National Book Foundation

۲۔ایمان کی بہت سی شاخیں ہیں جن میں سب سے بڑھ کر توحید کا اقرار ہے اور سب سے کم درجہ یہ ہے کہ تم راستے سے کسی تکلیف کی چیز کو ہٹا دو تا کہ تمھارے دوسرے بھائی کو تکلیف نہ ہو۔

۳۔جس میں یہ تین باتیں ہوں اس نے ایمان کا مزہ پایا: حق بات کے سامنے جھگڑنے سے باز رہنا، مزاحمت کے باوجود جھوٹ نہ بولنا اور یقین کرنا کہ جو کچھ پیش آیا وہ ہٹ نہیں سکتا تھا۔

۴۔تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہے۔

۵۔مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہیں اور مومن وہ ہے جس پر لوگ اتنا بھروسہ کریں کہ اپنی جان و مال اس کی امانت میں دے دیں۔

۶۔ایک شخص آکر پوچھتا ہے کہ یارسول اللہ ﷺ کون سا اسلام سب سے بہتر ہے، فرمایا: (بھوکوں کو) کھانا کھلانا اور جانے ان جانے ہر ایک کو سلامتی کی دعا دینا(سلام کرنا)

۷۔ایک شخص پوچھتا ہے کہ اے خدا کے رسول ﷺ! اسلام کیا ہے؟ فرمایا: اچھی بات بولنا اور کھانا کھلانا، پھر پوچھا: ایمان کیا ہے؟ فرمایا: صبر کرنا اور اخلاقی جواں مردی دکھانا۔

۸۔مومن وہ ہے جو دوسروں سے الفت کرتا ہے اور جو نہ دوسرے سے الفت کرتا اور نہ کوئی اس سے الفت کرتا ہے، اس میں کوئی بھلائی نہیں۔

۹۔مومن نہ تو کسی پر طعن کرتا ہے نہ کسی کو بددعا دیتا ہے اور نہ گالی دیتا ہے اور نہ بدزبان ہوتا ہے۔

۱۰۔ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر وہ ظلم کرے اور نہ اس کو گالی دے جو اپنے کسی بھائی کی مدد میں ہو گا خدا اس کی مدد میں ہو گا جو کسی مسلمان کی کسی مصیبت کو دُور کرے گا تو خدا اس کی مصیبت دُور فرمائے گا۔

۱۱۔جو صاحب ایمان ہے اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

۱۲۔بے ایمان (منافق) کی پہچان تین ہے: بولے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف کرے، اس کو امانت سپرد کی جائے تو خیانت کرے۔

چوں کہ نبی اکرم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ ہمارے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں آپ ﷺ کے ارشادات پر عمل کریں۔ (سیرت النبی ﷺ)

سید سلیمان ندوی

علامہ سید سلیمان ندوی نومبر 1884ء میں موضع دیسنہ ضلع عظیم آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ماجد کا نام ابوالحسن تھا۔ حصولِ تعلیم کے لیے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں چلے گئے۔ اسی زمانے میں علامہ شبلی نعمانی نے مولانا ندوی صاحب کو اپنے حلقۂ تلمذ میں شامل کر لیا۔ یہاں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اسی ادارے سے وابستہ ہو گئے۔ سید صاحب نے کچھ عرصہ دارالعلوم میں تدریسی خدمات انجام دیں جبکہ کچھ عرصہ تک ''الہلال'' میں مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ کام کیا۔ اس کے بعد وہ دکن کالج پونا میں دو سال تک فارسی کے اسسٹنٹ پروفیسر رہے۔ 1941ء میں جب علامہ شبلی نعمانی کا انتقال ہوا تو سید صاحب دکن کالج پونا میں لیکچرار تھے۔ علامہ صاحب نے ان کو وصیت کی تھی کہ سب کام چھوڑ کر سیرۃ النبی ﷺ کی تکمیل اور اشاعت کا فرض ادا کریں۔ چنانچہ سید صاحب نے ملازمت ترک کر دی۔ سیرۃ النبی ﷺ کی تصنیف و تالیف کو بڑی خوش اسلوبی سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا اس کی وجہ سے علمی دنیا میں ان کا نام دور دور تک مشہور ہو گیا۔ سیرت کی چھ جلدوں میں ابتدائی پونے دو جلدیں ان کے

National Book Foundation

استاد شبلی نعمانی کی ہیں جب کہ بقیہ سوا چار کتابیں انھوں نے خود مرتب کیں۔ سید سلیمان ندوی کو تاریخ اور ادب سے خاص لگاؤ تھا۔ انھوں نے سیرت، سوانح، مذہب زبان و ادب کے مسائل پر تحقیقی کام کیا اور ماہنامہ "معارف" جاری کیا اور اس کے ذریعے دین و ادب کی ٹھوس خدمت کی۔ 1950ء میں ندوی صاحب پاکستان آگئے اور کراچی میں آباد ہوئے۔ ندوی صاحب ایک بلند پایہ عالم، مورخ، مصنف اور مدبر تھے۔ ان کی تصانیف میں سیرت النبی ﷺ حصہ سوم تا ششم، خطبات مدراس، عرب و ہند کے تعلقات، عربوں کی جہاز رانی، سیرت عائشہ، حیات شبلی، خیام اور نقوش سلیمان شامل ہیں۔ علامہ سلیمان ندوی کو شعر و سخن کا بھی شوق تھا۔ ان کا شعری مجموعہ "ارمغان سلیمان" کے عنوان سے شائع ہوا۔ ان کی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے ان کو "نشان سپاس" سے نوازا۔ نومبر 1953ء کو مولانا دار فانی سے کوچ کر گئے اور مالک حقیقی سے جا ملے۔ مولانا کی آخری آرام گاہ اسلامیہ کالج کراچی کے عقب میں واقع ہے۔

مشق

۱۔ درست جواب کو منتخب کریں۔

i۔ ہر مذہب کی بنیاد کس چیز پر رکھی گئی ہے؟

الف۔ تصوف　ب۔ اقربا پروری　ج۔ اخلاق　د۔ مال و اسباب

ii۔ دنیا کی خوش حالی اور امن و امان کا دار و مدار ہے:

الف۔ معاشی ترقی پر　ب۔ سیاسی ترقی پر　ج۔ سیاسی ترقی پر　د۔ اخلاقی ترقی پر

iii۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو مکہ مکرمہ بھیجا تاکہ وہ:

الف۔ خانہ کعبہ کی صورتِ حال معلوم کرے۔　ب۔ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کو دیکھے

ج۔ اہل قریش کے رسم و رواج معلوم کرے۔　د۔ اخلاقِ حسنہ کی تعلیم حاصل کرے۔

iv۔ قیامت کے روز سب سے وزنی نیکی ہوگی:

الف۔ نماز　ب۔ اخلاق　ج۔ روزے۔　د۔ زکوۃ

v۔ ایک حدیث مبارکہ کے مطابق کامل مومن بننے کے لیے ضروری ہے کہ:

الف۔ جو اپنے لیے پسند کرے وہی دوسروں کے لیے۔　ب۔ ہمیشہ اپنے مہمانوں کی خاطر مدارت کرے۔

ج۔ کسی پر طعن نہ کرے اور بد دعا نہ دے۔　ج۔ دوسروں سے الفت رکھے اور گالی نہ دے۔

۲۔ سبق کے متن کے مطابق درج ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

الف۔ اخلاق کا مقصد کیا بیان کیا گیا ہے؟

ب۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں کیا تقریر کی؟

ج۔ ابوسفیان نے قیصر روم کے دربار میں کس چیز کا اعتراف کیا؟

د۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں میں سب سے پیارا کون ہے؟

National Book Foundation

ہ۔ حضرت ابو ذرؓ کے بھائی نے آپ کو نبی اکرم ﷺ کے بارے میں کیا بتایا؟

و۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی بعثت کا کیا مقصد بیان فرمایا؟

ز۔ بہ حیثیت مجموعی سید سلیمان ندوی کا اسلوبِ بیان کیسا ہے؟

۳۔ ایک طالب علم اونچی آواز میں روانی کے ساتھ درج ذیل اقتباس پڑھے۔ باقی طلبہ توجہ سے سنیں اور اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

''اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، ہم سایوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، زبردست زیردستوں کو کھا جاتے تھے، اس اثنا میں ایک شخص ہم میں پیدا ہوا، اس نے ہم کو سکھایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں، خوں ریزی سے باز آئیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہم سایوں کو آرام دیں، عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں۔''

۴۔ مصنف نے سبق کے کس حصے میں تعلیمات نبوی ﷺ کا خلاصہ بیان کیا ہے؟ اُس خلاصے کے چند اہم نکات لکھیں۔

۵۔ لائبریری کی کتابوں کی درجہ بندی اور فہرست

لائبریری میں کتابوں کی درجہ بندی مختلف انداز سے کی جاتی ہے اور کسی بھی لائبریری کے لیے یہ درجہ بندی نہایت اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ کتابوں یا دیگر مواد کو کسی خاصیت کی بنا پر الگ الگ کر دیا جاتا ہے۔ جیسے مختلف علوم کی کتب کو ایک خانے میں، مذہبی کتب، افسانوی، غیر افسانوی، شاعری کی کتب بھی الگ الگ خانوں میں رکھی جاتی ہیں۔ لائبریری میں موجود مصادر اور کتب کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

عمومی انسائیکلوپیڈیاز، لغات، سوانح عمریاں، حوالہ جاتی کتب، تحقیقی مقالات، رسائل و اخبارات، نایاب کتابیں، فہارس، مخطوطات

❖ اپنے سکول کی لائبریری میں افسانوی اور غیر افسانوی کتابوں کی درجہ بندی کرتے ہوئے پچیس پچیس کتابوں کی فہرست تیار کریں۔

۶۔ مضمون نویسی:

اردو نثر میں مضمون کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ کسی موضوع پر اپنے افکار و خیالات اور جذبات کو مربوط اور مدلّل انداز میں لکھنا اور اپنی رائے کا اظہار کرنا مضمون نویسی کہلاتا ہے۔ مضمون لکھتے وقت کچھ اصول و ضوابط کا خیال رکھنا پڑتا ہے جن کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے علمی، ادبی، سیاسی، مذہبی، سنجیدہ یا مزاحیہ موضوعات کا احاطۂ تحریر میں لایا جا سکتا ہے۔ مضمون تین حصّوں پر مشتمل ہوتا ہے:

(i)۔ تمہید یا تعارف (ii)۔ اصل مضمون/ نفس مضمون/ متن (iii)۔ اختتام یا ذاتی رائے

مضمون کئی زاویوں اور انداز سے لکھا جا سکتا ہے۔ دلیل والا مضمون؛ تحقیقاتی مواد، اعداد و شمار اور مضمون نگار کی ذاتی رائے پر مشتمل ہوگا۔ بڑے پیمانے پر کی گئی تحقیقات پر مشتمل اس مضمون کی زبان سیدھی سادی زبان استعمال ہوتی ہے۔ وضاحتی مضمون میں کسی موضوع پر وضاحت کے ساتھ غیر جانب داری کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ وضاحتی مضمون کا مقصد کسی موضوع پر رائے بنائے بغیر اس کا تجزیہ کرنا ہوتا ہے۔ یہ کسی خاص شعبے میں مضمون نگار کی مہارت کا اظہار ہوتا ہے۔

موازنہ اور تضاد مضمون دو پہلوؤں پر بحث کرتا ہے، مماثلت اور فرق کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ اس مضمون میں ایک پیرا گراف مماثلت اور ایک پیرا گراف اختلاف پر بحث کے لیے مختص کیا جاتا ہے۔ وجہ اور اثر مضمون میں بتایا جاتا ہے کہ چیزیں اس طرح کیوں ہیں؛ وہ کیسے وقوع پذیر ہوئیں؛ اور آگے کیا

National Book Foundation

ہو گا۔اس قسم کا مضمون لکھتے وقت واقعات کے دو مجموعوں کے درمیان ایک منطقی تعلق پیدا کیا جاتا ہے۔

بیانیہ مضمون ایک کہانی بتاتا ہے اور عمومی طور پر ذاتی نوعیت کا ہوتا ہے۔یہ مضمون باہمی تجربے کو پھیلانے کے لیے رقم کیا جاتا ہے۔اس مضمون نے مختلف قسم کے چیلنجز کی کھوج لگانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔وضاحتی مضمون ایک مختصر قسم کا مضمون ہوتا ہے اور عام طور پر ایک صفحے کو محیط ہوتا ہے۔ جہاں ادب، کتاب، ناول، افسانے، ڈرامے یا شاعری کی وضاحت کی جاتی ہے۔جب کہ تفصیلی مضمون میں کسی بھی موضوع پر حتی المقدور تمام تفصیلات لکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ان تفصیلات کو مختلف پیراگرافوں میں ایک مربوط انداز میں تحریر کیا جاتا ہے۔بحثی مضمون میں مضمون نگار اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ وہ موضوع کے دو مقامات، پہلوؤں اور زاویوں سے آگاہ ہے۔

۷۔درج ذیل موضوعات پر تفصیلی مضمون تحریر کریں۔

الف۔بہترین طالب علم کے اوصاف

ب۔اچھے تعلیمی ادارے کی خصوصیات

۸۔اپنے دوست کو خط یا ای میل تحریر کریں جس میں اُسے اپنے ہاں مدعو کریں کہ وہ موسم گرما کی کچھ تعطیلات آپ کے ساتھ گزارے۔

۹۔حروف کی اقسام

حروفِ اضافت: ایسے حروف جو ایک اسم کا تعلق دوسرے اسم سے ظاہر کریں۔مثلاً: کا، کی کے

حروفِ استفہام: ایسے حروف جو سوال پوچھنے کے لیے استعمال ہوں۔مثلاً: کیا، کون، کیوں

حروف بیان: ایسے حروف کسی وضاحت کے لیے استعمال کیے جائیں۔استاد نے کہا کہ سب کھڑے ہو جاؤ۔اس مثال میں "کہ" حرفِ بیان ہے۔

حروف جار: وہ حروف جو کسی اسم کو فعل سے ملاتے ہیں۔مثلا: کتاب میز پر رکھ دو۔اس مثال میں "پر" حرف جار ہے۔اسی طرح کو" "سے" "تک نے ساتھ وغیرہ حروفِ جار ہیں۔

حروفِ شرط:

وہ حروف جو کسی شرط کے لیے استعمال ہوں۔مثلاً: اگر محنت کرو گے تو کامیابی ملے گی۔

اگر، اگرچہ، جب، جب تک، تاوقتیکہ، جوں ہی، حروف شرط ہیں۔

❖ درج ذیل حروف کی نشان دہی کریں۔

کی، جب تک، کہاں، کہ، کو، پر، اگر، کے

۱۱۔مفہوم کو برقرار رکھتے ہوئے متفرق طریقوں سے عبارت یا جملوں میں تبدیلی کرکے مزید آگے بڑھانے کے لیے درج ذیل دو عبارات پڑھیں جن کا مفہوم ایک ہی ہے۔

عبارت ۱: ایک آدمی نے پہاڑی سے گرتے ہوئے درخت کی ایک شاخ مضبوطی سے تھام لی اور موت کے خوف سے نہ چھوڑی لیکن سخت مایوسی کے عالم میں شاخ ہاتھ سے چھوٹ گئی۔خوش قسمتی سے نیچے پانی کی ایک ندی تھی جس میں گرنے سے اُسے بہت معمولی چوٹیں آئیں۔

National Book Foundation

عبارت ۲: ایک شخص رات کی تاریکی میں جنگل میں ایک پہاڑی رستے پہ سفر کر رہا تھا۔ اچانک پاؤں پھسلنے سے وہ بلندی سے گر پڑا۔ گرتے گرتے اُس نے ایک درخت کی شاخ پکڑ لی۔ وہ شاخ کو کافی دیر تک تھامے لٹکا رہا کہ اگر شاخ چھوٹ گئی تو نیچے گر کر مر جاؤں گا۔ آخر جب کوئی چارہ نظر نہ آیا تو انتہائی مایوسی کے عالم میں شاخ چھوڑ دی۔ خوش بختی کی بات یہ رہی کہ اس درخت کے نیچے صاف شفاف پانی کی ایک ندی بہہ رہی تھی۔ وہ آدمی اس میں جا گرا۔ پانی میں گرنے کے باعث اُسے کوئی بڑی چوٹ نہ آئی اور وہ بچ گیا۔

سرگرمیاں

ا۔ اپنی پسند کے کسی مقامی اُردو اخبار میں سے کوئی رسمی و غیر رسمی تحریر (کالم، خبر، رپورٹ، تبصرہ، تذکرہ، تجزیہ) وغیرہ غور سے پڑھیں، اس کی جزئیات کو سمجھیں اور اپنے ساتھی طلبہ کے ساتھ مختلف زاویوں، پہلوؤں سے اس پر تنقید و تبصرہ کریں۔

۲۔ اپنے کسی پسندیدہ ٹی وی چینل پر کوئی ایسا پروگرام، ڈراما یا خبر وغیرہ دیکھیں سنیں جس میں کسی اخلاقی، معاشی، معاشرتی یا ثقافتی پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہو اس کے بعد درج ذیل جدول مکمل کریں۔

ٹی وی چینل کا نام	پروگرام کا نام	وقت اور تاریخ	پروگرام کی نوعیت			
			معاشی	معاشرتی	ادبی	اخلاقی

کوئی سے چار اہم نکات لکھیں۔

الف:.. ب:..

ج:.. د:..

آپ کی رائے:..

۳۔ کلاس میں دو طلبہ ایک خاکے کی صورت میں ”گاہک اور دکان دار بن کر“ ایمان داری اور سچائی کے اخلاقی موضوع کو عملی نمونے کے طور پر پیش کریں۔ اس سلسلے میں اُستاد محترم/اُستانی صاحبہ سے رہنمائی بھی لی جاسکتی ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

”سیرت النبی ﷺ“ کی جلد اوّل کا تعارف کرائیں کیوں کہ وہ شبلی نعمانی کی تحریر کردہ ہے۔ ”سیرت النبی ﷺ جلد اوّل پر استحسانی و تنقیدی گفتگو بھی کریں تاکہ طلبہ خود بھی کسی تحریر کے متعلق تنقیدی و استحسانی بحث میں حصّہ لے سکیں۔

National Book Foundation

۲ کتبہ

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نظم/نثر کو فہم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالات (براہ راست، بالواسطہ، کثیر الجہت) کے جوابات دے سکیں۔
- منثور/منظوم کلام سے متعلق اشارات اور اہم نکات سن کر ان کی فہم کا تجزیہ کر سکیں۔
- مباحثوں، مذاکروں میں موضوع کے حق یا مخالفت میں حصہ لے سکیں۔
- مختلف منظوم/منثور اصنافِ ادب پڑھ کر مصنفین کے طرزِ تحریر کی شناخت کر سکیں۔
- کہانی/مضمون/افسانے/ڈرامے کو پڑھ کر اس کے اجزا (پیرا گراف، اس کے کرداروں کا تعارف، ابتدا، مناظر کا بیان، اختتام) کو شناخت کر سکیں۔
- کسی بھی نظم یا نثر کو پڑھ کر اس کے اہم نکات کا خلاصہ لکھ سکیں۔
- کسی بھی نظم/نثر کو پڑھ کر قاری کے نقطۂ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے مرکزی خیال تحریر کر سکیں۔
- پڑھے گئے متن کے کسی حصے کو دہراتے ہوئے حوالوں اور دلائل کے ساتھ اظہارِ رائے کر سکیں۔
- مختلف حروف (ندا، تاسف، تشبیہ، تحسین، انبساط، نفرین) کی نشان دہی کر سکیں۔

پڑھیں

شہر سے کوئی ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر پُر فضا باغوں اور پھلواریوں میں گھری ہوئی قریب قریب ایک ہی وضع کی بنی ہوئی عمارتوں کا ایک سلسلہ ہے جو دُور تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ عمارتوں میں کئی چھوٹے بڑے دفتر ہیں جن میں کم و بیش چار ہزار آدمی کام کرتے ہیں۔ دِن کے وقت اس علاقے کی چہل پہل اور گہما گہمی عموماً کمروں کی چار دیواریوں ہی میں محدود رہتی ہے۔ مگر صبح کو ساڑھے دس بجے سے پہلے اور سہ پہر کو ساڑھے چار بجے کے بعد وہ سیدھی اور چوڑی چکلی سڑک جو شہر کے بڑے دروازے سے اِس علاقے تک جاتی ہے ایک ایسے دریا کا رُوپ دھار لیتی ہے جو پہاڑوں پر سے آیا ہو اور اپنے ساتھ بہت سا خَس و خاشاک بہا لایا ہو۔

گرمی کا زمانہ، سہ پہر کا وقت، سڑکوں پر درختوں کے سائے لمبے ہونے شروع ہو گئے تھے مگر ابھی تک زمین کی تپش کا یہ حال تھا کہ جُوتوں کے اندر تلوے جُھلسے جاتے تھے۔ ابھی ابھی ایک چھڑکاؤ گاڑی گزری تھی۔ سڑک پر جہاں جہاں پانی پڑا تھا بُخارات اُٹھ رہے تھے۔ شریف حسین کلرک درجہ دوم، معمول سے کچھ سویرے دفتر سے نکلا اور اُس بڑے پھاٹک کے باہر آ کر کھڑا ہو گیا جہاں سے تانگے والے شہر کی سواریاں لے جایا کرتے تھے۔

گھر لَوٹتے ہوئے آدھے راستے تک تانگے میں سوار ہو کر جانا ایک ایسا لُطف تھا جو اُسے مہینے کے شروع کے چار پانچ روز ہی ملا کرتا تھا اور آج کا دِن انھی مبارک دِنوں میں سے ایک تھا۔ آج خلافِ معمول تنخواہ کے آٹھ روز بعد اُس کی جیب میں پانچ روپے کا نوٹ اور کچھ آنے پیسے پڑے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ اس کی بیوی مہینے کے شروع ہی میں بچوں کو لے کر میکے چلی گئی تھی اور گھر میں وہ اکیلا رہ گیا تھا۔ دِن میں دفتر کے حلوائی سے دو چار پُوریاں لے کر

National Book Foundation

کھالی تھیں اور اُوپر سے پانی پی کر پیٹ بھر لیا تھا۔ رات کو شہر کے کسی سستے سے ہوٹل میں جانے کی ٹھہرائی تھی۔ بس بے فکری ہی بے فکری تھی۔ گھر میں کچھ ایسا اثاثہ تھا نہیں جس کی رکھوالی کرنی پڑتی۔ اِس لیے وہ آزاد تھا کہ جب چاہے گھر جائے اور چاہے تو ساری رات سڑکوں پر گھومتا رہے۔

تھوڑی دیر میں دفتروں سے کلرکوں کی ٹولیاں نکلنی شروع ہوئیں اور ان میں ٹائپسٹ، ریکارڈ کیپر، ڈسپیچر، اکاؤنٹینٹ، ہیڈ کلرک، سپرنٹنڈنٹ، غرض ادنیٰ و اعلیٰ ہر درجے اور حیثیت کے کلرک تھے۔ اور اسی لحاظ سے ان کی وضع قطع بھی ایک دوسرے سے جدا تھی۔ مگر بعض ٹائپ خاص طور پر نمایاں تھے۔ سائیکل سوار آدھی آستینوں کی قمیص، خاکی زین کے نیکر، اور چپل پہنے، سر پر سولا ہیٹ رکھے، کلائی پر گھڑی باندھے، رنگ دار چشمہ لگائے، بڑی بڑی توندوں والے بابُو، چھاتہ کھولے، مُنھ میں بیڑی، بغلوں میں فائلوں کے گٹھے دبائے۔ ان فائلوں کو وہ قریب قریب ہر روز اِس اُمید میں ساتھ لے جاتے کہ جو گُتھیاں وہ دفتر کے غل غپاڑے میں نہیں سُلجھا سکے۔ ممکن ہے گھر کی یک سُوئی میں ان کا کوئی حل سُوجھ جائے۔ مگر گھر پہنچتے ہی وہ گرہستی کے کاموں میں ایسے اُلجھ جاتے کہ انھیں دیکھنے تک کا موقع نہ ملتا اور اگلے روز انھیں یہ مفت کا بوجھ جُوں کا توں واپس لے آنا پڑتا۔

بعض منچلے تانگے، سائیکل اور چھاتے سے بے نیاز، ٹوپی ہاتھ میں، کوٹ کاندھے پر، گریبان کھلا ہوا، جسے بٹن ٹُوٹ جانے پر انھوں نے سیفٹی پِن سے بند کرنے کی کوشش کی تھی اور جس کے نیچے سے چھاتی کے گھنے بال پسینے میں تربہ تر نظر آتے تھے۔ نئے رنگروٹ سستے، سلے سِلائے، ڈھیلے ڈھالے بد قطع سُوٹ پہنے، اس گرمی کے عالَم میں واسکٹ اور نکٹائی کالر تک سے لیس، کوٹ کی بالائی جیب میں دو دو تین تین فونٹین پن اور پنسلیں لگائے خراماں خراماں چلے آ رہے تھے۔

گو ان میں سے زیادہ تر کلرکوں کی مادری زبان ایک ہی تھی مگر وہ لہجہ بگاڑ بگاڑ کر غیر زبان میں باتیں کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔ اِس کی وجہ وہ طمانیت نہ تھی جو کسی غیر زبان پر قدرت حاصل ہونے پر اس میں باتیں کرنے پر آسکتی ہے بلکہ یہ کہ انھیں دفتر میں دِن بھر اپنے افسروں سے اِسی غیر زبان میں بولنا پڑتا تھا اور وہ باہم بات چیت کر کے اس کی مشق بہم پہنچا رہے تھے۔

اِن کلرکوں میں ہر عمر کے لوگ تھے۔ ایسے کم عمر بھولے بھالے اور ناتجربہ کار بھی جن کی ابھی مسیں بھی پوری نہیں بھیگی تھیں اور جنھیں ابھی سکول سے نکلے تین مہینے بھی نہیں ہوئے تھے اور ایسے عمر رسیدہ، جہاں دِیدہ گھاگ بھی، جن کی ناک پر سالہا سال عینک کے استعمال کے باعث گہرا نشان پڑ گیا تھا اور جنھیں اس سڑک کے اُتار چڑھاؤ دیکھتے دیکھتے پچیس پچیس، تیس تیس برس ہو چکے تھے۔ بیشتر کارکنوں کی پیٹھ میں گُدی میں ذرا نیچے خَم سا آ گیا تھا اور کند اُستروں سے متواتر داڑھی مونڈتے رہنے کے باعث ان کے گالوں اور ٹھوڑی پر بالوں میں جڑیں پُھوٹ نکلی تھیں جنھوں نے بے شمار ننھی پھنسیوں کی شکل اختیار کر لی تھی۔ پیدل چلنے والوں میں بُہتیرے لوگ بخُوبی جانتے تھے کہ دفتر سے ان کے گھر کو جتنے راستے جاتے ہیں ان کا فاصلہ کتنے ہزار قدم ہے۔ ہر شخص افسروں کے چِڑچِڑے پن یا ماتحتوں کی نالائقی پر نالاں نظر آتا تھا۔

ایک تانگے کی سواریوں میں ایک کی کمی دیکھ کر شریف حُسین لپک کر اس میں سوار ہو گیا۔ تانگہ چلا اور تھوڑی دیر میں شہر کے دروازے کے قریب پہنچ کر رُک گیا۔ شریف حسین نے اِکنی نکال کر کوچوان کو دی اور گھر کی بجائے شہر کی جامع مسجد کی طرف چل پڑا۔ جس کی سیڑھیوں کے گرد اگرد ہر روز شام کو کہنہ فروشوں اور سستا مال بیچنے والوں کی دکانیں سجا کرتی تھیں اور میلہ سا لگا کرتا تھا۔ دنیا بھر کی چیزیں اور ہر وضع اور ہر قماش کے لوگ یہاں ملتے تھے۔ اگر مقصد خرید و فروخت نہ ہو تو بھی یہاں آ کر لوگوں کو چیزیں خریدتے، مول تول کرتے دیکھنا بجائے خود ایک پُرلُطف تماشا تھا۔

شریف حسین لیکچر باز حکیموں، سنیاسیوں، تعویذ گنڈے بیچنے والے سیانوں اور کھڑے کھڑے تصویر اتار دینے والے فوٹو گرافروں کے

National Book Foundation

جمگھٹوں کے پاس ایک ایک دو دو منٹ رکتا، سَیر دیکھتا اس طرف جانکلا جہاں کباڑیوں کی دُکانیں تھیں۔

یہاں اُسے مختلف قسم کی بے شمار چیزیں نظر آئیں۔ ان میں سے بعض ایسی تھیں جو اپنی اصلی حالت میں بِلا شبہ صنعت کا اعلیٰ نمونہ ہوں گی مگر ان کباڑیوں کے ہاتھ پڑتے پڑتے یا تو ان کی صورت اِس قدر مسخ ہو گئی تھی کہ پہچانی ہی نہ جاتی تھی یا ان کا کوئی حصہ ٹُوٹ پُھوٹ گیا تھا جس سے وہ بے کار ہو گئی تھیں۔ چینی کے ظروف اور گُل دان، ٹیبل لیمپ، گھڑیاں، جلی ہوئی بیٹریاں، چوکھٹے، گراموفون کے کَل پُرزے، جراحی کے آلات، ستار، بُھس بھرا ہرن،، پیتل کے لم ڈِھینگ، بُدھ کا نیم قد مجسمہ۔۔۔۔۔

ایک دکان پر اس کی نظر سنگِ مَرمَر کے ایک ٹکڑے پر پڑی جو معلوم ہوتا تھا کہ مغل بادشاہوں کے کسی مقبرے یا بارہ دری سے اُکھاڑا گیا ہے۔۔اس کا طُول کوئی سوا فٹ تھا اور عَرض ایک فٹ۔ شریف حسین نے اس ٹکڑے کو اُٹھا کر دیکھا۔ یہ ٹکڑا ایسی نفاست سے تراشا گیا تھا کہ اس نے محض یہ دیکھنے کے لیے کہ بھلا کباڑی، اس کے کیا دام بتائے گا، قیمت دریافت کی۔

"تین روپے!" کباڑی نے اس کے دام کچھ زیادہ نہیں بتائے تھے۔ مگر آخر اسے اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اس نے ٹکڑا رکھ دیا اور چلنے لگا۔

"کیوں حضرت چل دیے؟ آپ بتایے کیا دیجیے گا!"

وہ رک گیا۔ اُسے یہ ظاہر کرتے ہوئے شرم سی آئی کہ اسے اس چیز کی ضرورت نہ تھی اور اس نے محض اپنے شوقِ تحقیق کو پورا کرنے کے لیے قیمت پوچھی تھی۔ اس نے سوچا دام اِس قدر کم بتاؤ کہ جو کباڑی کو منظور نہ ہوں۔ کم از کم وہ اپنے دل میں یہ تو نہ کہے گا کہ یہ کوئی کنگلا ہے جو دکان داروں کا وقت ضائع اور اپنی حرص پوری کرنے آیا ہے۔

"ہم تو ایک روپیہ دیں گے۔" یہ کہہ کر شریف حسین نے چاہا کہ جَلد جلد قدم اُٹھاتا ہوا کباڑی کی نظروں سے اوجھل ہو جائے مگر اس نے اس کی مہلت ہی نہ دی۔ "اجی سنیے تو، کچھ زیادہ نہیں دیں گے؟ سوا روپیہ بھی نہیں۔۔۔ اچھا لے جایئے۔"

شریف حسین کو اپنے آپ پر غصہ آیا کہ مَیں نے بارہ آنے کیوں نہ کہے۔ اب لَوٹنے کے سِوا کوئی چارہ ہی کیا تھا۔ قیمت ادا کرنے سے پہلے اس نے اس مرمریں ٹکڑے کو اٹھا کر دوبارہ دیکھا بھالا کہ اگر ذرا سا بھی نَقص نظر آئے تو اس سودے کو منسُوخ کر دے۔ مگر وہ ٹکڑا بے عیب تھا۔ نہ جانے کباڑی نے اسے اس قدر سستا کیوں بیچنا قبول کیا تھا۔

رات کو جب وہ کھلے آسمان کے نیچے اپنے گھر کی چھت پر اکیلا بستر پر کروٹیں بدل رہا تھا تو اس سنگِ مرمر کے ٹکڑے کا ایک مصرَف اس کے ذہن میں آیا۔ خدا کے کارخانے عجیب ہیں۔ وہ بڑا غفور الرحیم ہے۔ کیا عجب اس کے دِن پِھر جائیں۔ وہ کلرک درجہ دوم سے ترقی کر کے سپرنٹنڈنٹ بن جائے اور اس کی تنخواہ چالیس سے بڑھ کر چار سو ہو جائے۔۔۔۔۔ یہ نہیں تو کم سے کم ہیڈ کلرک ہی سہی۔ پھر اسے ساجھے کے مکان میں رہنے کی ضرورت نہ رہے بلکہ وہ کوئی چھوٹا سا مکان لے لے اور اس مرمریں ٹکڑے پر اپنا نام کندہ کرا کے دروازے کے باہر نصب کر دے۔ مستقبل کی یہ خیالی تصویر اس کے ذہن پر کچھ اس طرح چھا گئی کہ یا تو وہ اس مرمریں ٹکڑے کو بالکل بے مصرف سمجھتا تھا یا اب اسے محسوس ہونے لگا گویا وہ ایک عرصے سے اس قسم کے ٹکڑے کی تلاش میں تھا اور اگر اسے نہ خریدتا تو بڑی بُھول ہوتی۔

شروع شروع میں جب وہ ملازم ہُوا تھا تو اس کا کام کرنے کا جوش اور ترقی کا ولولہ انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ مگر دو سال کی سعیِ لاحاصل کے بعد رفتہ رفتہ اس کا یہ جوش ٹھنڈا پڑ گیا اور مزاج میں سکون آ چلا تھا مگر سنگِ مرمر کے ٹکڑے نے پھر اس کے خیالوں میں ہَل چَل ڈال دی۔ مستقبل کے متعلق

National Book Foundation

طرح طرح کے خوش آئند خیالات ہر روز اس کے دماغ میں چکر لگانے لگے۔ اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، دفتر جاتے، دفتر سے آتے، کوٹھیوں کے باہر لوگوں کے نام کے بورڈ دیکھ کر، یہاں تک کہ جب مہینہ ختم ہُوا اور اسے تنخواہ ملی تو اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ سنگِ مرمر کے ٹکڑے کو شہر کے ایک مشہور سنگ تراش کے پاس لے گیا۔ جس نے بہت چابک دستی سے اس پر اس کا نام کندہ کر کے کونوں میں چھوٹی چھوٹی خُوش نما بیلیں بنا دِیں۔ سنگِ مرمر کے ٹکڑے پر اپنا نام کُھدا دیکھ کر اُسے ایک عجیب سے خُوشی ہوئی۔ زندگی میں شاید یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے اپنا نام اس قدر جلی حروف میں لکھا ہوا دیکھا تھا۔

سنگ تراش کی دکان سے روانہ ہُوا تو بازار میں کئی مرتبہ اس کا جی چاہا کہ کتبہ پر سے اس اخبار کو اُتار ڈالے جس میں سنگ تراش نے اسے لپیٹ کر دِیا تھا۔ اور اس پر ایک نظر اَور ڈال لے مگر ہر بار ایک نامعلوم حجاب جیسے اس کے ہاتھ پکڑ لیتا۔ شاید وہ راہ چلتوں کی نگاہوں سے ڈرتا تھا کہ کہیں وہ اس کتبے کو دیکھ کر اس کے اُن خیالات کو نہ بھانپ جائیں جو پچھلے کئی دِنوں سے اس کے دماغ پر مُسلط تھے۔

گھر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی اس نے اخبار اتار پھینکا اور نظریں کتبے کی دل کش تحریر پر گاڑے دِھیرے دِھیرے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ بالائی منزل میں اپنے مکان کے دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ جیب سے چابی نکالی۔ قُفل کھولنے لگا۔ پچھلے دو برس میں آج پہلی مرتبہ اس پر یہ انکشاف ہُوا کہ اس کے مکان کے باہر ایسی کوئی جگہ ہی نہیں کہ اس پر کوئی بورڈ لگایا جاسکے۔ اگر جگہ ہوتی بھی تو اس قسم کے کتبے وہاں تھوڑا ہی لگائے جاتے ہیں۔ ان کے لیے تو بڑا سا مکان چاہیے جس کے پھاٹک کے باہر لگایا جائے تو آتے جاتے کی نظر پڑے۔

قُفل کھول کر مکان کے اندر پہنچا اور سوچنے لگا کہ فی الحال اس کتبہ کو کہاں رکھوں۔ اس کے ایک حصہ مکان میں دو کوٹھریاں، ایک غسل خانہ اور ایک باورچی خانہ تھا۔ الماری صرف ایک ہی کوٹھری میں تھی مگر اس کے کواڑ نہیں تھے۔ بالآخر اس نے کتبے کو اس بے کواڑ کی الماری میں رکھ دیا۔ ہر روز شام کو جب وہ دفتر سے تھکا ہارا واپس آتا تو سب سے پہلے اس کی نظر اس کتبہ ہی پر پڑتی۔ اُمیدیں اسے سبز باغ دکھاتیں اور دفتر کی مشقت کی تکان کسی قدر کم ہو جاتی۔ دفتر میں جب کبھی اس کا کوئی ساتھی کسی معاملے میں اس کی رہ نمائی کا جُویا ہوتا تو اپنی برتری کے احساس سے اس کی آنکھیں چمک اُٹھتیں۔ جب کبھی کسی ساتھی کی ترقی کی خبر سنتا۔ آرزوئیں اس کے سینے میں ہیجان پیدا کر دیتیں۔ افسر کی ایک ایک نگاہِ لُطف و کرم کا نشہ اسے آٹھ آٹھ دن رہتا۔

جب تک اس کی بیوی بچے نہیں آئے وہ اپنے خیالوں میں مگن رہا۔ نہ دوستوں سے ملتا نہ کھیل تماشوں میں حصہ لیتا۔ رات کو جلد ہی ہوٹل سے کھانا کھا کر گھر آجاتا اور سونے سے پہلے گھنٹوں عجیب عجیب خیالی دنیاؤں میں رہتا، مگر ان کے آنے کی دیر تھی کہ نہ تو وہ فراغت ہی رہی اور نہ وہ سکون ہی مِلا۔ ایک بار پھر گرہستی کے فکروں نے اسے ایسا گھیر لِیا کہ مستقبل کی یہ سہانی تصویریں رفتہ رفتہ دُھندلی پڑ گئیں۔

کتبہ سال بھر تک اسی بے کواڑ کی الماری میں پڑا رہا۔ اس عرصے میں اس نے نہایت محنت سے کام کِیا۔ اپنے افسروں کو خوش رکھنے کی انتہائی کوشش کی مگر اس حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ اب اس کے بیٹے کی عمر چار برس کی ہوگئی تھی اور اس کا ہاتھ اس بے کواڑ کی الماری تک بہ خوبی پہنچ جاتا تھا۔ شریف حسین نے اس خیال سے کہ کہیں اس کا بیٹا کتبہ کو گرا نہ دے اسے وہاں سے اُٹھا لیا اور اپنے صندوق میں کپڑوں کے نیچے رکھ دِیا۔

ساری سردیاں یہ کتبہ اسی صندوق ہی میں پڑا رہا۔ جب گرمی کا موسم آیا تو اس کی بیوی کو اس صندوق سے فالتو چیزوں کو نکالنا پڑا۔ چناں چہ دوسری چیزوں کے ساتھ بیوی نے کتبہ بھی نکال کر کاٹھ کے اس پرانے بکس میں ڈال دیا جس میں ٹوٹے ہوئے چوکھٹے، بے بال کے برش، بے کار صابن

دانیاں، ٹوٹے ہوئے کھلونے اور ایسی ہی دوسری چیزیں پڑی رہتی تھیں۔

شریف حسین نے اپنے مستقبل کے متعلق زیادہ سوچنا شروع کر دیا تھا۔ دفتروں کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر وہ اس نتیجے پر پہنچ گیا تھا کہ ترقی لطیفۂ غیبی سے نصیب ہوتی ہے۔ کڑی محنت جھیلنے اور جان کھپانے سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اس کی تنخواہ میں ہر دوسرے برس تین روپے کا اضافہ ہو جاتا جس سے بچوں کی تعلیم وغیرہ کا خرچ نکل آتا اور اسے زیادہ تنگی نہ اُٹھانی پڑتی۔ پے در پے مایوسیوں کے بعد جب اس کو ملازمت کرتے بارہ برس ہو چکے تھے اور اس کے دل سے رفتہ رفتہ ترقی کے تمام ولولے نکل چکے تھے اور کتبے کی یاد تک ذہن سے محو ہو چکی تھی تو اس کے افسروں نے اس کی دیانت داری اور پرانی کار گزاری کا خیال کر کے اسے تین مہینے کے لیے عارضی طور پر درجہ اول کے ایک کلرک کی جگہ دے دی جو چھٹی جانا چاہتا تھا۔

جس روز اسے یہ عہدہ ملا اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس نے تانگے کا بھی انتظار نہ کیا بلکہ تیز تیز قدم اُٹھاتا ہُوا پیدل ہی بیوی کو یہ مژدہ سنانے چل دیا۔ شاید تانگہ اسے کچھ زیادہ جلدی گھر نہ پہنچا سکتا!

اگلے مہینے اس نے نیلام گھر سے ایک سستی سی لکھنے کی میز اور گھومنے والی کرسی خریدی۔ میز کے آتے ہی اسے پھر کتبے کی یاد آئی اور اس کے ساتھ ہی اس کی سوئی ہوئی امنگیں جاگ اٹھیں۔ اس نے ڈھونڈ ڈھانڈ کے کاٹھ کی پیٹی میں سے کتبہ نکالا، صابن سے دھویا پونچھا اور دیوار کے سہارے میز پر ٹکا دِیا۔

یہ زمانہ اس کے لیے بہت کٹھن تھا کیوں کہ اپنے افسروں کو اپنی برتر کار گزاری دکھانے کے لیے چھُٹی پر گئے ہوئے کلرک سے دُگنا کام کرتا۔ اپنے ماتحتوں کو خُوش رکھنے کے لیے بہت سا اُن کا کام بھی کر دیتا گھر پر آدھی رات تک فائلوں میں غرق رہتا۔ پھر بھی وہ خُوش تھا۔ ہاں جب کبھی اسے اس کلرک کی واپسی کا خیال آتا تو اس کا دِل بجھ سا جاتا۔ کبھی کبھی وہ سوچتا، ممکن ہے وہ اپنی چھٹی کی میعاد بڑھوا لے ۔۔۔۔ ممکن ہے وہ بیمار پڑ جائے ۔۔۔۔ ممکن ہے وہ کبھی نہ آئے۔

مگر جب تین مہینے گزرے تو نہ اس کلرک نے چھٹی کی میعاد بڑھوائی اور نہ بیمار ہی پڑا۔ اس کے بعد جو دن گزرے وہ اس کے لیے بڑی مایوسی اور افسردگی کے تھے۔ تھوڑی سی خوش حالی کی جھلک دیکھ لینے کے بعد اب اسے اپنی حالت پہلے سے بھی زیادہ ابتر معلوم ہونے لگی تھی۔ اس کا جی کام میں مطلق نہ لگتا تھا۔ مزاج میں آلکس اور حرکات میں سُستی سی پیدا ہونے لگی۔ ہر وقت بے زار بے زار سا رہتا۔ نہ کبھی ہنستا، نہ کسی سے بولتا چالتا۔ مگر یہ کیفیت چند دن سے زیادہ نہ رہی۔ افسروں کے تیور جلد ہی اسے راہِ راست پر لے آئے۔

اب اس کا بڑا لڑکا چھٹی میں پڑھتا تھا اور چھوٹا چوتھی میں اور منجھلی لڑکی ماں سے قرآن مجید پڑھتی، سینا پرونا سیکھتی اور گھر کے کام کاج میں اس کا ہاتھ بٹاتی۔ باپ کی میز کرسی پر بڑے لڑکے نے قبضہ جما لیا۔ وہاں بیٹھ کر وہ اسکول کا کام کیا کرتا۔ چوں کہ میز کے ہلنے سے کتبہ گر جانے کا خدشہ رہتا تھا اور پھر اس نے میز کی بہت سی جگہ بھی گھیر رکھی تھی۔ اس لیے اس لڑکے نے اسے اُٹھا کر پھر اسی بے کواڑ کی الماری میں رکھ دِیا۔

سال پر سال گزرتے گئے۔ اس عرصے میں کتبے نے کئی جگہیں بدلیں۔ کبھی بے کواڑ کی الماری میں تو کبھی میز پر، کبھی صندوقوں کے اوپر تو کبھی چارپائی کے نیچے۔ کبھی بوری میں تو کبھی کاٹھ کے بکس میں۔ ایک دفعہ کسی نے اُٹھا کر باورچی خانے کے اس بڑے طاق میں رکھ دِیا جس میں روزمرہ استعمال کے برتن رکھے رہتے تھے۔

شریف حسین کی نظر پڑ گئی۔ دیکھا تو دھوئیں سے اس کا سفید رنگ پیلا پڑ چلا تھا۔ اُٹھا کر دھویا پونچھا اور پھر بے کواڑ کی الماری میں رکھ دیا۔ مگر چند

National Book Foundation

ہی روز میں اسے پھر غائب کر دیا گیا اور اس کی جگہ وہاں کاغذی پھولوں کے بڑے بڑے گملے رکھ دیے گئے جو شریف حسین کے بڑے بیٹے کو کسی دوست نے اسے تحفے میں دیے تھے۔ رنگ پیلا پڑ جانے سے کتبہ الماری میں رکھا ہُوا بدنُما معلوم ہوتا تھا مگر اب کاغذی پھولوں کے سرخ سرخ رنگوں سے الماری میں جیسے جان پڑ گئی تھی اور ساری کوٹھری دہک اٹھی تھی۔

اب شریف حسین کو ملازم ہوئے پورے بیس سال گزر چکے تھے۔ اس کے سر کے بال نصف سے زیادہ سفید ہو چکے تھے اور پیٹھ میں گُدی سے ذرا نیچے خَم آ گیا تھا۔ اب بھی کبھی کبھی اس کے دماغ میں خوش حالی اور فارغ البالی کے خیالات چکر لگاتے مگر اب ان کی کیفیت پہلے کی سی نہ تھی کہ خواہ وہ کوئی کام کر رہا ہو۔ تصورات کو اُڑا لے جاتی اور پھر بیٹی کی شادی، لڑکوں کی تعلیم، اس کے بڑھتے ہوئے اخراجات، پھر ساتھ ہی ساتھ ان کے لیے نوکریوں کی تلاش۔۔۔ یہ ایسی فکریں نہ تھیں کہ پل بھر کو بھی اس خیال کو کسی اور طرف بھٹکنے دیتیں۔

پچپن برس کی عمر میں اسے پنشن مل گئی۔ اب اس کا بیٹا ریل کے مال گودام میں کام کرتا تھا۔ چھوٹا کسی دفتر میں ٹائپسٹ تھا اور اس سے چھوٹا انٹرنس میں پڑھتا تھا۔ اپنی پنشن اور لڑکوں کی تنخواہیں سب ملا کر کوئی ڈیڑھ سو روپے ماہوار کے لگ بھگ آمدنی ہو جاتی تھی جس میں باخوبی گزر ہونے لگی۔ علاوہ ازیں اس کا ارادہ کوئی چھوٹا موٹا بیوپار شروع کرنے کا بھی تھا مگر مندے کے ڈر سے ابھی پورا نہ ہو سکا تھا۔ اپنی کفایت شعاری اور بیوی کی سلیقہ مندی کی بدولت اس نے بڑے بیٹے اور بیٹی کی شادیاں خاصی دھوم دھام سے کر دی تھیں۔ ان ضروری کاموں سے نمٹ کر اس کے جی میں آئی کہ حج کر آئے مگر اس کی توفیق نہ ہو سکی۔ البتہ کچھ دنوں مسجدوں کی رونق خوب بڑھائی مگر پھر جلد ہی بڑھاپے کی کمزوریوں اور بیماریوں نے دبانا شروع کر دیا اور زیادہ تر چارپائی ہی پر پڑا رہنے لگا۔

جب اسے پنشن وصول کرتے تین سال گزر گئے تو جاڑے کی ایک رات کو وہ کسی کام سے بستر سے اُٹھا۔ گرم گرم لحاف سے نکلا تھا، پچھلے پہر کی سرد اور تُند ہوا تیر کی طرح اس کی سینے میں لگی اور اسے نمونیا ہو گیا۔ بیٹوں نے اس کے بہتیرے علاج معالجے کرائے۔ اس کی بیوی اور بہو، دِن رات اس کی پٹی سے لگی بیٹھی رہیں مگر افاقہ نہ ہُوا۔ وہ کوئی چار دن بستر پر پڑے رہنے کے بعد مر گیا۔

اس کی موت کے بعد اس کا بڑا بیٹا مکان کی صفائی کرا رہا تھا کہ پرانے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے ایک بوری میں اسے یہ کتبہ مِل گیا۔ بیٹے کو باپ سے بے حد محبت تھی۔ کتبے پر باپ کا نام دیکھ کر اس کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو بھر آئے اور وہ دیر تک ایک محویت کے عالَم میں اس کی خطاطی اور نقش و نگار کو دیکھتا رہا۔ اچانک اسے ایک بات سوجھی جس نے اس کی آنکھوں میں چمک پیدا کر دی۔

اگلے روز کتبے کو ایک سنگ تراش کے پاس لے گیا اور اس سے کتبہ کی عبارت میں تھوڑی سی ترمیم کرائی اور پھر اسی شام اسے اپنے باپ کی قبر پر نصب کر دیا۔

(آنندی)

National Book Foundation

غلام عباس(۱۹۰۹ء۔۱۹۸۲ء)

غلام عباس اُردو کے نام ور افسانہ نگاروں میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ آپ امر تسر کے ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم لاہور سے حاصل کرنے کے بعد پندرہ سال کی عمر سے لکھنے کا آغاز کیا۔ بچوں کے لیے کتب لکھنے کے ساتھ ساتھ رسائل میں بہ طور معاون مدیر اپنے فرائض انجام دیے۔ محکمہ تعلقاتِ عامہ اور ریڈیو پاکستان سے بھی منسلک رہے۔ آپ ترکی ادب سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے۔ آپ کی باوقار اور کام یاب تخلیقی زندگی اور ادبی خدمات کو سراہتے ہوئے حکومتِ پاکستان نے ''ستارۂ امتیاز'' سے نوازا۔

پریم چند کے بعد آپ کو افسانہ نگاری میں عروج اور شہرت حاصل ہے۔ ''کتبہ'' آپ کا شاہ کار ہے۔ آپ نے اپنے افسانوں میں حقیقت کی ترجمانی کی ہے آپ نے نہایت کمال سے عام افراد اور ان کے مسائل کو موضوع بنایا ہے۔ وہ عام سے موضوع پر اس خوب صورتی سے قلم اٹھاتے ہیں کہ تمام سماج ان کے افسانے کا کردار اور موضوع محسوس ہوتا ہے، آپ نے جب افسانہ نگاری کا آغاز کیا مغربی تعلیم اور تہذیب اپنا رنگ جما رہی تھی اور لوگ کش مکش کا شکار تھے کہ مشرقی روایات کو تھامے رکھیں یا نئی تہذیب کا دامن تھام لیں آپ نے اس کیفیت کو خوب صورت سے اپنے افسانوں میں پیش کیا ہے۔

آپ کا اسلوب بیان نہایت سادہ اور پُر اثر ہے۔ آپ افسانوں میں نفسیاتی تجزیہ موجود ہے۔ زبان کی صحت وصفائی کا افسانوں میں التزام ہے۔ آپ کے اسلوب نے معمولی موضوعات کو غیر معمولی بنادیا۔ آپ کا قلم جذبات کے بہہ جانے تعقل پسندی کا قائل رہا۔ آپ نے زندگی کے تلخ حقائق کو حقیقت پسندانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ یہی وجہ ہے آپ کے کردار ہماری زندگی کے جیتے جاگتے کردار ہوتے ہیں۔ آپ کے افسانوں میں ''آنندی'' جاڑے چاندنی کی، کن رس، دھنک اور گوندنی والا تکیہ زیادہ مشہور ہیں۔

National Book Foundation

مشق

ا۔ مندرجہ ذیل میں سے درست جواب کے گرد دائرہ لگائیے۔

i۔ غلام عباس کا تعلق کس صدی سے ہے؟

الف۔ اٹھارویں　ب۔ انیسویں　ج۔ بیسویں　د۔ اکیسویں

ii۔ غلام عباس کس ادب سے زیادہ متاثر تھے؟

الف۔ انگریزی　ب۔ عربی　ج۔ فارسی　د۔ تُرکی

iii۔ قواعد کے اعتبار سے ''کہ'' کون سا حرف ہے؟

الف۔ شرط　ب۔ جاد　ج۔ بیان　د۔ تمنا

iv۔ ایسے حروف کو کیا کہیں گے جو ایک اسم کا تعلق دوسرے اسم سے ظاہر کریں؟

الف۔ حروف استفہام　ب۔ حروف اضافت　ج۔ حروف عطف　د۔ حروف بیان

v۔ صنفِ نثر مضمون کتنے حصّوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

الف۔ ایک　ب۔ دو　ج۔ تین　د۔ چار

vi۔ غلام عباس کے اسلوب کی نمایاں خوبی کیا ہے؟

الف۔ جانب داری　ب۔ حقیقت پسندی　ج۔ معاشی کش مکش　د۔ جذبات نگاری

۲۔ درج ذیل نثر پارے کو فہم کے ساتھ پڑھ کر دیے گئے سوالات کے جوابات دیں۔

"پچپن برس کی عمر میں اسے پنشن مل گئی۔ اب اس کا بیٹا ریل کے مال گودام میں کام کرتا تھا۔ چھوٹا کسی دفتر میں ٹائپسٹ تھا اور اس سے چھوٹا انٹرنس میں پڑھتا تھا۔ اپنی پنشن اور لڑکوں کی تنخواہیں سب ملا کر کوئی ڈیڑھ سو روپے ماہوار کے لگ بھگ آمدنی ہو جاتی تھی جس میں بخوبی گزر ہونے لگی۔ علاوہ ازیں اس کا ارادہ کوئی چھوٹا موٹا بیوپار شروع کرنے کا بھی تھا مگر مندے کے ڈر سے ابھی پورا نہ ہو سکا تھا۔ اپنی کفایت شعاری اور بیوی کی سلیقہ مندی کی بادولت اس نے بڑے بیٹے اور بیٹی کی شادیاں خاصی دھوم دھام سے کر دی تھیں۔ ان ضروری کاموں سے نمٹ کر اس کے جی میں آئی کہ حج کر آئے مگر اس کی توفیق نہ ہو سکی۔ البتہ کچھ دنوں مسجدوں کی رونق خوب بڑھائی مگر پھر جلد ہی بڑھاپے کی کمزوریوں اور بیماریوں نے دبانا شروع کر دیا اور زیادہ تر چارپائی ہی پر پڑا رہنے لگا۔ جب اسے پنشن وصول کرتے تین سال گزر گئے تو جاڑے کی ایک رات کو وہ کسی کام سے بستر سے اُٹھا۔ گرم گرم لحاف سے نکلا تھا، پچھلے پہر کی سرد اور تُند ہوا تیر کی طرح اس کی سینے میں لگی اور اسے نمونیا ہو گیا۔ بیٹوں نے اس کے بہتیرے علاج معالجے کرائے۔ اس کی بیوی اور بہو، دِن رات اس کی پٹی سے لگی بیٹھی رہیں مگر افاقہ نہ ہُوا۔ وہ کوئی چار دن بستر پر پڑے رہنے کے بعد مر گیا۔"

الف۔ شریف حسین کو کتنے برس کی عمر میں پینشن مل گئی؟

ب۔ پینشن ملنے کے وقت شریف حسین کے تینوں بیٹے کیا کر رہے تھے؟

ج۔ شریف حسین کوئی کاروبار شروع کیوں نہ کر سکا؟

د۔ آخری عمر میں شریف حسین کے چارپائی پر پڑے رہنے کا سبب کیا تھا؟

ز۔ شریف حسین کو نمونیہ کیوں ہوا؟

ہ۔ "اس کی بیوی اور بہو دن رات اس کی پٹی سے لگی بیٹھی رہیں" اس جملے کا مفہوم لکھیں؟

ی۔ کتنے دن بیمار رہنے کے بعد شریف حسین مر گیا؟

۳۔ افسانہ

لغت میں افسانہ ایک جھوٹی کہانی کو کہتے ہیں ادبی اصطلاح میں یہ ایک ایسی کہانی ہے جو زندگی کا ایک جُز و پیش کرتی ہے۔ افسانہ اختصار اور وحدت تاثر کی حامل ایک کہانی ہوتی ہے۔ افسانہ یا مختصر افسانہ کم سے کم آدھے گھنٹے میں پڑھا جانے والا ایسا قصہ ہوتا ہے جس میں کسی ایک واقعہ یا زندگی کے کسی ایک پہلو کو اختصار اور دلچسپی کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

افسانہ کے اجزائے ترکیبی: پلاٹ، کردار، نقطہ نظر یا مرکزی خیال، مکالمہ، آغاز و اختتام، اسلوب بیان

۴۔ طلبہ سے "کتبہ" کے درج ذیل اہم نکات اور اشارات کی بلند خوانی کرائی جائے۔ ان نکات اور اشارات کو سن کر ہر طالب علم جزئیات نگاری اور موضوع کا اپنے اپنے طور پر تجزیہ پیش کرے۔

سرکاری عمارتیں

دفتر سے چھٹی

مختلف کلرکوں کے حُلیے

شریف حسین کا گھر کے بہ جائے جامع مسجد جانا

National Book Foundation

کباڑی کی دکان سے کتبہ خریدنا

کتبے سے متعلق مستقبل کی خیالی تصاویر بنانا

سینئر کلرک کی جگہ تعیناتی اور مستقبل کی منصوبہ بندی کرنا

کتبے کی جگہوں کی تبدیلی

بچوں کی ملازمت، شادی اور دیگر خانگی ذمہ داریاں

خواہشات کی تکمیل نہ کر سکنا

موت کا شکار ہونا اور کتبے کا قبر پر نصب ہونا

۵۔افسانہ ''کتبہ'' آپ نے پڑھا۔استاد محترم کی راہ نمائی سے غلام عباس کے اسلوب تحریر پر مختصر انداز میں روشنی ڈالیے۔

۶۔''کتبہ'' افسانے کے درج ذیل اقتباس کو پڑھ کر اس کے اجزا (ابتدا، مناظر کا بیان اور اختتام) کو شناخت کریں۔

شہر سے کوئی ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر پُر فضا باغوں اور پھلواریوں میں گھری ہوئی قریب قریب ایک ہی وضع کی بنی ہوئی عمارتوں کا ایک سلسلہ ہے جو دُور تک پھیلتا چلا گیا ہے۔عمارتوں میں کئی چھوٹے بڑے دفتر ہیں جن میں کم و بیش چار ہزار آدمی کام کرتے ہیں۔دِن کے وقت اس علاقے کی چھل پہل اور گہما گہمی عموماً کمروں کی چار دیواریوں ہی میں محدود رہتی ہے۔مگر صبح کو ساڑھے دس بجے سے پہلے اور سہ پہر کو ساڑھے چار بجے کے بعد وہ سیدھی اور چوڑی چکلی سڑک جو شہر کے بڑے دروازے سے اِس علاقے تک جاتی ہے ایک ایسے دریا کا رُوپ دھار لیتی ہے جو پہاڑوں پر سے آیا ہو اور اپنے ساتھ بہت سا خَس و خاشاک بہالایا ہو۔ گرمی کا زمانہ، سہ پہر کا وقت، سڑکوں پر درختوں کے سائے لمبے ہونے شروع ہو گئے تھے مگر ابھی تک زمین کی تپش کا یہ حال تھا کہ جُوتوں کے اندر تلوے جُھلسے جاتے تھے۔ابھی ابھی ایک چھڑکاؤ گاڑی گزری تھی۔سڑک پر جہاں جہاں پانی پڑا تھا بُخارات اُٹھ رہے تھے۔

۷۔اہم نکات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے افسانہ کتبہ کا خلاصہ تحریر کریں۔

۸۔افسانہ کتبہ کا مرکزی خیال لکھیں۔

۹۔شیخ جمن کو بھی اپنی عظیم الشان ذمے داری کا احساس ہوا۔اس نے سوچا، میں اس وقت انصاف کی اونچی مسند پر بیٹھا ہوں۔میری آواز اس وقت حکمِ خدا ہے اور خدا کے حکم میں میری نیت کو مطلق دخل نہ ہونا چاہیے، حق اور راستی سے جو بھر ٹلنا بھی مجھے دنیا اور دین ہی میں سیاہ بنا دے گا۔

پنچایت شروع ہوئی، فریقین نے اپنے حالات بیان کیے، جرح ہوئی، شہادتیں گزریں۔فریقین کے مددگاروں نے بہت کھینچ تان کی، جمن نے بہت غور سے سنا اور تب فیصلہ سنایا۔''الگو چودھری اور سمجھو سیٹھ، پنچوں نے تمھارے معاملے پر غور کیا ہے سمجھو کو بیل کی پوری قیمت دینا واجب ہے، جس وقت بیل ان کے گھر آیا، اس کو کوئی بیماری نہ تھی اگر قیمت اسی وقت دے دی گئی ہوتی تو آج سمجھو اسے واپس لینے کا ہرگز تقاضا نہ کرتے۔

رام دھن مصر نے کہا: ''قیمت کے علاوہ ان سے تاوان بھی لیا جائے، سمجھو نے بیل کو دوڑا دوڑا کر مار ڈالا۔''

جمن نے کہا: ''اس کا اصل معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔''

گوڈر شاہ نے کہا سمجھو کے ساتھ کچھ رعایت ہونی چاہیے۔ان کا بہت نقصان ہوا ہے اور اپنے کیے کی سزا مل چکی ہے۔

❖ **مندرجہ بالا اقتباس پریم چند کے افسانے ''پنچایت'' سے منتخب کیا گیا ہے۔ شیخ جمن کا کردار آپ کو کیسا لگا، اپنی رائے کا اظہار کریں۔**

National Book Foundation

۱۰۔افسانہ ''پنچایت'' کے درج بالا متن کے حصے کو طلبہ باری باری دہرائیں نیز حوالوں اور دلائل کے ساتھ اظہار رائے کریں۔اس سلسلے میں استاد محترم سے رہ نمائی بھی حاصل کریں۔

۱۱۔حروف کی اقسام

حروفِ ندا:

کسی کو پکارنے یا آواز دینے کے لیے استعمال ہونے والے حروف کو حروفِ ندا کہتے ہیں۔

مثلاً: یا اللہ !اے،اے،اجی،او،ابے وغیرہ بھی حروفِ ندا ہیں۔

حروفِ تاسف:

یہ حروف غم یا افسوس کے اظہار کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں،افسوس،حیف،وائے،ہائے،اُف،ہے ہے حروف،تاسف ہیں۔

حروف تشبیہ :

یہ حروف ایک شے کو دوسری شے کی طرح بتانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

مانند، مثل، طرح، سا، جیسا، بعینہٖ، حرف تشبیہ ہیں۔

حروفِ تحسین یا انبساط:

کسی کی تعریف یا خوشی کے اظہار کے لیے بولے جانے والے حروف کو حروفِ تحسین یا حروفِ انبساط کہتے ہیں۔مثلاً:

سبحان اللہ، شاباش، بہت خوب، واہ واہ، مرحبا، وغیرہ

حروفِ نفرین:

نفرت یا ملامت کے اظہار کے لیے استعمال ہونے والے حروف مثلاً: تُف، لعنت، پھٹکار، ہزار لعنت، اخ تھو وغیرہ

۱۲۔مندرجہ ذیل دیے گئے حروف کی نشان دہی کریں۔

تف، اخ تھو، بہت خوب، مرحبا، حیف، ،جیسا، مثل، اے، ابے، کا، کی، اگر، جب تک

سرگرمی

۱۔افسانہ ''کتبہ'' کو ڈرامے اور اس کے فنی لوازم کو سامنے رکھتے ہوئے جماعت کے کمرے میں جوڑیوں میں ڈرامائی انداز میں پیش کریں۔

۲۔سکول میں ''بزرگوں کا احترام'' کے عنوان سے ایک مباحثہ یا مذاکرہ منعقد کرائیں جس میں خود بھی موضوع کے حق میں حصّہ لیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- سبق خوانی سے قبل اردو افسانہ نگاری کی روایت کی روشنی میں غلام عباس کے افسانوں اوور کوٹ، کن رس، فینسی ہیئر کٹنگ سیلون اور بہروپیا کے حوالے سے ان کے فکر و فن پر گفت گو کریں تاکہ طلبہ خود بھی غلام عباس کے طرز تحریر شناخت کرتے ہوئے اس کے متعلق تحریر کر سکیں۔

National Book Foundation

۳ بھیڑیا

اس سبق کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- کلام/بات درمیان سے سن کر اپنے حافظے سے تسلسل کے ساتھ اہم نکات بتا سکیں اور عبارت کو درست تلفظ اور لب و لہجے کے ساتھ ادا کر سکیں۔
- مصنف/شاعر کی تکنیک، مقصد اور اسلوب پر مبنی سوالات کے جوابات دے سکیں۔ نظم و نثر کو فہم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالات کے جوابات دے سکیں۔
- افسانوی/غیر افسانوی انتخاب پڑھ کر اس میں موجود معلومات اخذ کرتے ہوئے استعمال کر سکیں۔
- مختلف نثری اصنافِ ادب (کہانی، داستان، افسانہ، ڈراما اور ناول) پڑھ کر اُس کی طرزِ تحریر سے آگاہ ہو سکیں۔
- پڑھے گئے متن کے کسی حصے کو دہراتے ہوئے حوالوں اور دلائل کے ساتھ اظہارِ رائے کر سکیں۔
- متعلقہ معلومات کی فراہمی کے لیے مختلف دستاویزی فارم مثلاً: داخلہ فارم، شناختی کارڈ فارم، ریلوے رعایت کرایہ فارم، مختلف رجسٹریشن فارمز، رکنیت فارم، پاسپورٹ فارم، بینک اکاؤنٹ فارم، قومی بچت فارم، خدمات افادی فارم وغیرہ پُر کر سکیں۔
- عالمی ثقافتوں، معاشرتی، معاشی و سماجی رابطوں کے لیے تحاریر کو پڑھ سکیں اور ان سے معلومات حاصل کر سکیں۔
- مختلف حروف (تردید، اضراب، تنبیہ، استعجاب، قسم، عطف، علت) کی نشان دہی اور استعمال کر سکیں۔

پڑھیں

میں جب ارد گرد دیکھتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں۔ میرے چاروں طرف بے شمار درخت ہیں۔ ہر درخت میں کسی نہ کسی شخص نے پناہ لے رکھی ہے اور اس کا بھیڑیا کھڑا غرا رہا ہے۔ بہت دیر سے میں نے ایک درخت میں پناہ لے رکھی ہے۔ میں اب تھک چکا ہوں اور میری یہ خواہش ہے کہ نیچے اتروں لیکن کم بخت بھیڑیا مجھے اترنے نہیں دیتا۔ وہ نیچے کھڑا مجھے مسلسل خوف ناک نظروں سے دیکھ رہا ہے اور اس انتظار میں ہے کہ میں کب اتروں گا اور وہ مجھے چیر پھاڑ کر کھا جائے گا۔

جس درخت پر اب میرا مسکن ہے۔ یہ ایک عجیب سا درخت ہے بل کہ اگر میں اسے جادو کا درخت کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔ میں یہاں جو بھی خواہش کرتا ہوں وہ فوراً پوری ہو جاتی ہے؛ اگر نرم اور گرم بستر کے بارے میں سوچوں تو وہ میرے قریب بچھ جاتا ہے؛ اُکتا جاؤں تو میرے سامنے ایک شان دار ٹی وی سیٹ آ جاتا ہے؛ جس کے اسٹیریو اسپیکرز ہوتے ہیں اور جو دنیا کا ہر اسٹیشن پکڑ کر سکتا ہے، اگر کسی بھی کھانے کے لیے میرا جی چاہے تو وہ فوراً حاضر ہوتا ہے۔ یہاں سب کچھ ہے ہر طرح کی آسائشیں ہیں لیکن یہاں جس چیز کی کمی ہے اور جس چیز کے لیے میں تڑپ رہا ہوں وہ ہے آزادی لیکن یہ آزادی مجھ سے قربانی کا تقاضا کرتی ہے اور قربانی، یہ کہ مجھے نیچے اترنا پڑے گا اور بھیڑیے کو ہلاک کرنا ہوگا لیکن مجھ میں اتنی جرات نہیں، میں بھیڑیے سے خوف زدہ ہوں اور وہ مجھ سے زیادہ طاقت ور ہے۔

کبھی کبھی جب میں اس وقت کو یاد کرتا ہوں جب بھیڑیا میرا پیچھا کر رہا تھا، تو میرا پسینہ چھوٹ جاتا؛ ایک سنسنی سی جسم میں پھیل جاتی ہے، دل ڈوبنے لگتا ہے۔ تب میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اگر یہ درخت میرے سامنے نہ آتا اور مجھے پناہ نہ دیتا تو بھیڑیا کب کا مجھے ہلاک کر چکا ہوتا۔

National Book Foundation

مایوسی کے اس گھپ اندھیرے میں کبھی کبھار اس بات پر بھی خوش ہو جاتا ہوں کہ درخت کافی اونچا ہے اور میں یہاں ہر طرح سے محفوظ ہوں اور بھیڑیا میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ دن کے وقت تو میری حالت ٹھیک رہتی ہے، کوئی نہ کوئی مصروفیت نکل آتی ہے لیکن جوں ہی رات ہوتی ہے، ایک عجیب سی اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سو جاتا ہوں تو خوف ناک خواب مجھے ڈراتے ہیں۔ ایک قیامت سی مجھ پر گزرتی ہے، تمام جسم تھکا ہوتا ہے اور ایک ایک انگ یوں دُکھ رہا ہوتا ہے جیسے کسی نے چابک سے مجھے سخت مارا ہو۔

اکثر میں سوچتا ہوں کہ میں کب تک اس عذاب میں مبتلا رہوں گا، کب تک انتظار کروں گا کہ بھیڑیا بھوک سے مر جائے لیکن وہ بہ جائے مرنے کے پہلے سے زیادہ طاقت ور ہو جاتا ہے۔

ایک صبح جب میری آنکھ کھلتی ہے تو اچانک درخت کے گھنے پتوں سے مجھے کسی اور کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔ خوف سے ایک تیز سی چیخ میرے مُنھ سے نکلتی ہے اور مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ بھیڑیا بالآخر اپنی کوشش میں کام یاب ہو ہی گیا۔ پھر میری حیرت کی انتہا نہیں رہتی، جب مجھے پتہ چلتا ہے کہ وہ میرے ہی جیسا ایک شخص ہے، پریشان اور گھبرایا ہوا۔ اس اجنبی نے درخت پر ایک اور بھیڑیے کے خوف سے پناہ لے رکھی ہے۔ اس کا بھیڑیا بھی نیچے کھڑا غرا رہا تھا۔ درخت پر پنجے گاڑ رہا ہے لیکن تمام کوششوں کے باوجود اونچے درخت پر چڑھ نہیں پاتا۔

ہم دونوں لوگ ہیں جو اپنے اپنے بھیڑیوں سے خوف زدہ ہیں۔ باوجود یہ کہ درخت میں ہمارے لیے ہر طرح کی آسائشیں موجود ہیں لیکن ہم ان آسائشوں سے خوش نہیں، جبر اور اکتاہٹ کا احساس دن بہ دن ہمیں کھائے جا رہا ہے۔ اب تو ہمیں رات کو نیند بھی نہیں آتی جوں ہی آنکھ لگتی ہے بھیڑیے کا خوف ناک چہرہ ہمیں دوبارہ جگا دیتا ہے۔ کم بخت اب ہمارے خوابوں میں بھی گھس گیا ہے وہ ہمیں یہاں سکون سے رہنے نہیں دیتا۔

ہم دونوں کے بھیڑیے اکثر اپنی جگہ خاموش بیٹھے رہتے ہیں لیکن کبھی کبھی ان دونوں پر ایسا جنون سوار ہو جاتا ہے کہ وہ درخت پر حملہ کر دیتے ہیں اس کے موٹے تنے پر دانت اور پنجے گاڑ دیتے ہیں اور اس وقت خوف ناک سی غراہٹ ہوتی ہے۔

دونوں کے بھیڑیوں کا یہ اچانک کا باؤلا پن ہمیں مزید ڈرا دیتا ہے لیکن ایک بات یہ ہے ہم دونوں کے بھیڑیوں کا تعلق اپنے اپنے آدمی سے ہے۔ میرے ساتھی کا بھیڑیا مجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اور میرا بھیڑیا اس سے، خاص بات یہ ہے کہ دونوں بھیڑیے بھی ایک دوسرے سے لاتعلق رہتے ہیں اور ہم اس بات سے حیران ہوتے ہیں۔

ایک دن کافی سوچ بچار کے بعد ہم دونوں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم دونوں نیچے اتریں گے اور اپنے اپنے بھیڑیے سے مقابلہ کریں گے جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا ورنہ یہ عذاب کی زندگی کب تک ہم گزاریں گے تب ہم دونوں آنکھیں بند کر کے نیچے کودنے کا ارادہ کرتے ہیں میرا ساتھی تو کود جاتا ہے مگر میں اپنی بزدلی کے باعث ایسا نہیں کر پاتا اور اپنی جگہ بیٹھا رہ جاتا ہوں۔

اس کا بھیڑیا جوں ہی اسے نیچے دیکھتا ہے تو فوراً اس کی طرف لپکتا ہے اور اس پر حملہ آور ہوتا ہے۔ میرا بھیڑیا بھی خبر دار ہو جاتا ہے اور اس کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن جب میں نیچے نہیں اترتا تو وہ غصے سے آگ بگولہ ہو جاتا ہے اور پاگلوں کی طرح درخت کے موٹے تنے کے ساتھ لڑنا شروع کر دیتا ہے اس سے پیشتر کہ میرے ساتھی کا بھیڑیا اسے زمین پر گرائے وہ اس چھوٹی سی شاخ سے بھیڑیے کو مارتا ہے جو اس نے درخت سے توڑی ہوتی ہے۔ اس کا بھیڑیا اسی وقت زمین پر گرتا ہے اور چند ہی لمحوں میں مر جاتا ہے۔

National Book Foundation

میرا ساتھی اب آزاد ہے۔ اس نے اپنی بہادری سے آزادی حاصل کر لی لیکن میں اب تک اس پرانے عذاب میں مبتلا ہوں اور خود کو کوس رہا ہوں۔ میرا بھیڑیا اب پہلے سے زیادہ خوف ناک ہو جاتا ہے۔ وہ وحشی بن چکا ہے اور ہر وقت درخت سے ٹکراتا رہتا ہے شاید اس کا یہ خیال ہے کہ اس طرح میں درخت سے نیچے گر پڑوں گا یا درخت ٹوٹ جائے گا۔ مگر میں نے ہر وقت درخت کی شاخوں کو مضبوطی سے پکڑا ہوتا ہے اور مارے خوف کے میرا جسم پسینے میں ڈوبا ہوتا ہے دن ہو یا رات میں مسلسل بھیڑیے کو بد دعائیں بھی دیتا ہوں لیکن وہ کم بخت ہے کہ باز نہیں آتا۔

میرا ساتھی مسلسل مجھے آوازیں دیتا ہے۔ وہ قسمیں کھاتا ہے۔ ''اگر تم نیچے اترو تو بھیڑیا'' تمھارا کچھ نہیں بگاڑے گا وہ بہت کم زور ہے تم اسے آسانی سے مار سکتے ہو۔ لیکن مجھے اس کی بات پر یقین نہیں اور اوپر کھڑا خوف سے کانپ رہا ہوتا ہوں۔ اب چند ایسے واقعات شروع ہو جاتے ہیں کہ مجھے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ میں بالآخر مر جاؤں گا۔ اچانک درخت میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ میں فوراً نیچے دیکھتا ہوں کہ بھیڑیے نے اسے ہلایا تو نہیں لیکن بھیڑیا اپنی جگہ لیٹا ہوتا ہے۔ یہ کیا؟

میں چیخ اٹھتا ہوں درخت لمحہ بہ لمحہ چھوٹا ہو رہا ہے میں مارے گھبراہٹ کے درخت کی موٹی شاخوں پر زور زور سے اچھلتا ہوں کہ ہو سکتا ہے اس طرح سے درخت رک جائے لیکن درخت نہیں رکتا اور چھوٹا ہوتا جاتا ہے۔ اب ایک دوسری چیز مجھے مزید خوف زدہ کرتی ہے۔ بھیڑیا بھی بڑا ہو رہا ہے اور تھوڑی دیر میں ایک بیل جتنا بڑا ہو جاتا ہے۔

میں چیختا ہوں، چلاتا ہوں، درخت کے اندر ادھر اُدھر بھاگتا ہوں، لیکن بے سُود۔ اب میں خود کو ذہنی طور پر موت کے لیے تیار کر لیتا ہوں اور ارد گرد کی تمام چیزوں کو الوداعی نظروں سے دیکھتا ہوں۔ بھیڑیا اور میں لمحہ بہ لمحہ ایک دوسرے کے قریب آ رہے ہیں۔

میرا ذہن اب بالکل ماؤف ہے، میری آنکھیں بند ہیں اور میں پھانسی چڑھنے والے اس مجرم کی طرح موت کو خوش آمدید کہہ رہا ہوں جس کی گردن میں رسی کا پھندا ڈالا جا چکا ہے اور جو اب اس انتظار میں ہے کہ جلاد کب لیور کھینچے گا۔ میں اس وقت اگر کوئی آوازیں سن رہا ہوں تو وہ صرف میرے ساتھی کی ہیں۔ جو نیچے سے مجھے بلا رہا ہے کہ خدارا نیچے اترو۔ تم بھیڑیے سے زیادہ طاقت ور ہو۔ بھیڑیا یوں ہی ایک خوف ہے، روئی کا ایک پہاڑ ہے جسے تم ایک ہی ٹھوکر سے اپنے راستے سے ہٹا سکتے ہو۔ بالآخر میں ہمت کرتا ہوں اور درخت سے نیچے کودتا ہوں۔ میرا بھیڑیا جُوں ہی مجھے اپنے سامنے پاتا ہے مجھ پر حملہ کر دیتا ہے لیکن پیشتر اس کے کہ وہ مجھے ہلاک کر دے، میں اسے ایک اس پتلی اور نازک سی شاخ سے مارتا ہوں جو میں نے درخت سے توڑی ہوتی ہے ہاتھی جیسا بڑا بھیڑیا دھڑام سے نیچے گرتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے مر جاتا ہے۔ اب میں آزاد ہوں۔

کتنی حسین ہے آزادی۔ کتنا خوب صورت ہے اس کا احساس، میں خوشی سے چیخ اٹھتا ہوں، رقص کرتا ہوں، دیوانوں کی طرح اچھلتا ہوں۔

کچھ دیر کے بعد جب میرا جوش کچھ کم ہو جاتا ہے تو اپنے ساتھی کی طرف دیکھتا ہوں تا کہ اس کا شکریہ ادا کروں لیکن میرا ساتھی اپنی جگہ موجود نہیں ہوتا۔ میں جب ارد گرد دیکھتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں۔ میرے چاروں طرف بے شمار درخت ہیں۔ ہر درخت میں کسی نہ کسی شخص نے پناہ لے رکھی ہے اور اس کا بھیڑیا کھڑا غرا رہا ہے۔

اب میں زور زور سے ہنستا ہوں، قہقہے لگاتا ہوں اور ان سادہ اور معصوم لوگوں کی طرف بڑھتا ہوں جو ناحق اپنے بھیڑیوں سے خوف زدہ ہیں۔

(ندی کی پیاس)

National Book Foundation

فاروق سرور

خطۂ بلوچستان سے تعلق رکھنے والے نام ور صحافی، افسانہ نگار اور قانون دان فاروق سرور ۱۹۶۲ء میں کوئٹہ میں پیدا ہوئے۔ کوئٹہ ہی سے ایم اے انگریزی اور ایل ایل بی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ روزنامہ جنگ سمیت متعدد اخبارات میں کالم نگاری بھی کرتے ہیں۔ متعدد کتابیں زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ پشتو زبان میں بھی لکھتے ہیں۔ طبع شدہ پندرہ کتابوں میں سے تین پشتو زبان میں ہیں۔ پشتو افسانوں کا ایک مجموعہ ''ندی کی پیاس'' اردو ترجمے کی صورت میں بھی شائع ہو کر صاحبانِ علم و فن سے داد و تحسین حاصل کر چکا ہے۔ بلوچستان ٹائمز، روزنامہ جنگ اور روزنامہ باخبر کوئٹہ میں انگریزی، اردو کالم لکھتے رہے ہیں۔

فاروق سرور کے افسانوں میں علامتی رنگ غالب ہے۔ ماحول کا جبر اور اندر کا خوف اُن کے افسانوں میں اپنے ایک خاص معروض کی عکاسی کرتا ہے۔ فاروق سرور ۲۰۲۱ء سے حکومتِ بلوچستان میں بہ طور اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ پاکستان ٹیلی ویژن میں بہ طور اداکار اور مصنف کے بھی کام کیا۔ حکومتِ بلوچستان کی طرف سے تین بار آپ کی تصنیف کو ''بہترین کتاب'' کے اعزاز سے نوازا گیا۔ ''ساگوان، ناول لکھنے پر اکادمی ادبیات اسلام آباد کی جانب سے خوش حال خان خٹک ایوارڈ'' بھی اپنے نام کر چکے ہیں۔ ۲۰۱۸ء میں اپنی علمی ادبی خدمات پر صدارتی ایوارڈ، پرائڈ آف پرفارمنس حاصل کیا۔ ان ایوارڈز کے علاوہ بھی مختلف اداروں نے متعدد ایوارڈ سے نوازا ہے۔ آپ کی کتابوں میں دریا، لیوا، ندی کی پیاس، سکاروانی، ادب سیر، ساگوان، بھیڑیا اور مجرم کے علاوہ دیگر تصانیف شامل ہیں۔

مشق

۱۔ افسانے کی مندرجہ ذیل عبارت کو ایک طالب علم درست تلفظ، آہنگ، اتار چڑھاؤ اور تاثر کے ساتھ پڑھے۔ عبارت کو سننے کے بعد ہر طالب علم اپنے حافظے سے تسلسل کے ساتھ پورے افسانے کے اہم نکات باری باری بیان کریں۔

"ایک دن کافی سوچ بچار کے بعد ہم دونوں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم دونوں نیچے اُتریں گے اور اپنے اپنے بھیڑیے سے مقابلہ کریں گے جو بھی ہو گا دیکھا جائے ورنہ یہ عذاب کی زندگی کب تک ہم گزاریں گے۔ تب ہم دونوں آنکھیں بند کر کے نیچے کودنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ میرا ساتھی تو کود جاتا ہے مگر میں اپنی بزدلی کے باعث ایسا نہیں کر پاتا اور اپنی جگہ بیٹھا رہتا ہوں۔"

۲۔ علامت کے لغوی معنٰی

نشان، اشارہ، شناخت کے ہیں۔ ادبی اصطلاح کے طور پر علامت اُسے کہتے ہیں جب کسی شئے یا حقیقت کو کسی مجازی مفہوم یا معنی میں ادا یا ظاہر کیا جائے۔ علامت نگاری کا لفظ، انگریزی کے لفظ (Symbolism) کے متبادل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ادب میں علامتیں مختلف طریقوں اور ذرائع سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً: معاشرے سے، ذاتی تجربے سے۔ ہمارے ہاں علامت نگاری کی روایت انگریزی ادب سے آئی ہے۔ فاروق سرور نے ''بھیڑیا'' افسانے میں بڑی کامیابی کے ساتھ مختلف علامتوں کے استعمال کی تکنیک اور اسلوب کو استعمال کیا ہے۔ گویا کہ مقصد یہ ہے کہ ہر انسان اپنے خوف کے خول میں بند ہے لیکن اس خوف پر قابو پانے کے لیے تھوڑی سی ہمت درکار ہے پھر یہ بھیڑیا اپنی موت آپ مر جائے گا۔ الغرض انسان کوشش اور ہمت کرے تو اپنے اندر کے ہر خوف کے بھیڑیے کو بآسانی مار سکتا ہے۔

گزشتہ سطور میں درج عبارت کو غور سے پڑھیں اور افسانے کی اس تکنیک، مقصد اور اسلوب پر مبنی درج ذیل سوالوں کے جواب دیں۔

National Book Foundation

الف۔ علامت کے لغوی معنی کیا ہیں؟

ب۔ ادبی اصطلاح میں علامت کسے کہتے ہیں؟

ج۔ اُردو ادب میں علامت نگاری کی روایت کہاں سے آئی؟

د۔ عبارت کی روشنی میں بتایئے کہ بھیڑیا کی علامت کس انسانی جذبے کی عکاسی کرتی ہے؟ (ڈر خوف کی، لالچ کی، بہادری کی؟)

۳۔ افسانہ ''بھیڑیا'' آپ نے پڑھا۔ اس میں موجود مختلف معلومات اور تصورات کو اخذ کریں اور انھیں اپنے الفاظ میں استعمال کریں۔

۴۔ پڑھے گئے سبق ''بھیڑیا'' کے متن درج ذیل حصے کو دہراتے ہوئے حوالوں اور دلائل کے ساتھ اظہار رائے کریں۔

کچھ دیر کے بعد جب میرا جوش کم ہو جاتا ہے تو اپنے ساتھی کی طرف دیکھتا ہوں تاکہ اس کا شکریہ ادا کروں لیکن میرا ساتھی اپنی جگہ موجود نہیں ہوتا۔ میں جب ارد گرد دیکھتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں۔ میرے چاروں طرف بے شمار درخت ہیں۔ ہر درخت میں کسی نہ کسی شخص نے پناہ لے رکھی ہے اور اس کا بھیڑیا کھڑا غرا رہا ہے۔ اب میں زور زور سے ہنستا ہوں۔ قہقہے لگاتا ہوں اور ان سادہ اور معصوم لوگوں کی طرف بڑھتا ہوں جو ناحق اپنے بھیڑیوں سے خوف زدہ ہیں۔

۵۔ ''بھیڑیا'' افسانہ آپ نے پڑھا۔ اُستادِ محترم سے رہ نمائی لے کر بتایئے کہ اس افسانے کی فضا کس طرح افسانہ نگار کے سماج کی عکاسی کرتی ہے۔ بلوچی ادب سے مزید آگاہی حاصل کرتے ہوئے بلوچی اور پشتون تہذیب و ثقافت کا موازنہ کریں۔

۶۔ انٹرنیٹ کو استعمال کرتے ہوئے مختلف دستاویزی فارم مثلاً داخلہ فارم، شناختی کارڈ فارم، ریلوے رعایت کرایہ نامہ، مختلف رجسٹریشن فارمز، رکنیت فارم، پاسپورٹ فارم، بینک اکاؤنٹ فارم، قومی بچت فارم، خدمات افادی فارم وغیرہ کو متعلقہ اداروں کے ویب سائٹس سے ڈاؤن لوڈ کریں اور جماعت کے کمرے میں بیٹھ کر ان فارم کو پُر کرنے کی مشق کریں۔ کسی دقت کے پیش نظر استاد محترم سے رہنمائی بھی لی جاسکتی ہے۔

مثلاً: رجسٹریشن فارم نمونے کے طور پر دیا جارہا ہے۔

18 سال سے کم عمر کے بچوں کی رجسٹریشن

حکومت خیبر پختونخواہ کی ہدایات کے مطابق صوبے بھر میں تمام 18 سال سے کم عمر بچوں کی اندراج ویلیج کونسل کی سطح پر کروانا چاہتی ہے۔ تاکہ مستقبل میں ان بچوں کو مفت تعلیم، صحت اور دیگر شعبہ ہائے زندگی میں مالی معاونت کی جائے۔

لہٰذا تمام والدین سے گزارش ہے کہ وہ اپنے تمام اُن بچوں کی جس کی عمر 18 سال سے کم ہو اپنے ویلیج کونسل میں یہ فارم پُر کر کے 10 دن کے اندر اندر پہنچادیں۔ تاکہ سیکرٹری ویلیج کونسل بروقت آپکے بچوں کا اندراج کرواسکے۔ اس اندراج میں آپکے اور آپکے بچوں کا فائدہ ہے۔

برتھ رجسٹریشن فارم

درخواست کنندہ کا نام: ________ شناختی کارڈ نمبر [ ][ ][ ][ ][ ]-[ ][ ][ ][ ][ ][ ][ ]-[ ]

درخواست کنندہ کا بچوں سے رشتہ: ________

والد کا نام ________ شناختی کارڈ نمبر [ ][ ][ ][ ][ ]-[ ][ ][ ][ ][ ][ ][ ]-[ ]

والدہ کا نام ________ شناختی کارڈ نمبر [ ][ ][ ][ ][ ]-[ ][ ][ ][ ][ ][ ][ ]-[ ]

دادا کا نام ________ شناختی کارڈ نمبر [ ][ ][ ][ ][ ]-[ ][ ][ ][ ][ ][ ][ ]-[ ]

مستقل پتہ: محلہ ________ گاؤں ________ تحصیل ________ ضلع پشاور

نمبر شمار	بچوں کا نام	تاریخ پیدائش بمطابق سکول	جنس	معذور ہاں ☑	معذور نہیں ☒
1				☐	☐
2				☐	☐
3				☐	☐
4				☐	☐
5				☐	☐
6				☐	☐
7				☐	☐

دستخط والد / درخواست دہندہ: ________

۷۔ حروف کی اقسام

حروفِ تردید:

وہ حروف جو دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے موقع پر استعمال کیے جائیں۔

National Book Foundation

امیر ہو یا غریب، اچھا ہو کہ بُرا۔ خواہ سو جاؤ، خواہ کھیل لو، چاہے بیٹھ جاؤ، چاہے کھڑے رہو۔

ہو یا، ہو کہ، خواہ، چاہے حروفِ تردید ہیں۔

حروفِ اضراب:

ایک بات کو ترقی دے کر اعلیٰ کو ادنیٰ یا ادنیٰ کو اعلیٰ بنا دینے کے موقع پر استعمال ہونے والے حروف مثلاً: وہ انسان نہیں بلکہ حیوان ہے بلکہ حرفِ اضراب ہے۔

حروفِ تنبیہ:

وہ حروف جو خبر دار کرنے اور ڈرانے کے لیے استعمال ہوں۔ مثلاً: خبر دار، زنہار، دیکھنا، سنو وغیرہ

حروف استعجاب:

تعجب اور حیرانی کے موقع پر استعمال ہونے والے حروف۔ اللہ اللہ۔ اللہ اکبر۔ حاشاکلا۔ اوہو وغیرہ

حروفِ قسم:

وہ حروف جو قسم کھانے کے لیے استعمال ہوں جیسے: بہ خدا، واللہ، وغیرہ

حروفِ عطف:

دو اسموں یا دو جملوں کو ملانے والے حروف۔ مثلاً: اور، و، نیز وغیرہ

حروفِ علت: کسی وجہ یا سبب کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہونے والے حروف، کیوں کہ، چوں کہ، تاکہ، لہٰذا، اس لیے

❖ مندرجہ حروف کی اقسام پر مشتمل پانچ سے سات منٹ کی ایک تقریر تیار کریں اور اپنے دیگر ساتھی طلبہ کے سامنے پیش کریں۔

سرگرمیاں

۱۔ لوک کہانی کسی بھی ملک یا علاقے کے معاشرتی، ثقافتی، معاشی اور سماجی حالات کی عکاس ہوتی ہے۔ لائبریری سے چینی لوک کہانیوں، پاکستانی لوک کہانیوں، افریقہ کی لوک کہانیوں پر مشتمل ایک ایک کتاب جاری کروائیں۔ ان تحریروں کو پڑھ کر مختلف ثقافتوں سے متعلق معلومات حاصل کریں۔

۲۔ سبق خوانی سے قبل چند طلبہ مل کر اس افسانے کی کہانی کی ڈرامائی تشکیل کریں۔ ڈرامائی تشکیل کے حوالے سے استاد محترم سے بھی رہ نمائی حاصل کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- سبق خوانی سے قبل طلبہ کو اُردو افسانے میں حقیقت نگاری، رومانویت اور علامت نگاری کی روایت سے آگاہ کریں۔
- طلبہ کو بتائیں کہ کس طرح بیسویں صدی عیسوی میں اردو افسانے سے انگریزی افسانے کے زیر اثر آغاز وارتقا کی منزلیں طے کرنا شروع کیں اور طلبہ کو یہ بھی بتائیں کہ درج ذیل افسانہ نگاروں نے اردو ادب میں کس طرح کے افسانے لکھے۔

پریم چند، ہاجرا مسرور ۔ اشفاق احمد ۔ احمد ندیم قاسمی

National Book Foundation

۴
آرام وسکون

اس سبق کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ :

- کلام/بات کو آغاز/درمیان سے سن کر نظم ونثر کے مرکزی خیال، نکتے یا تصور تک رسائی حاصل کر کے سیاق وسباق کو سمجھتے ہوئے موضوع بیان کر سکیں۔
- کسی بات، پیغام، کلام، نشریات، کہانی، مکالمے کو سن کر دہرا سکیں۔
- مرکب ناقص، مرکب تام (جملہ اسمیہ، جملہ فعلیہ) کی شناخت، امتیاز کر کے تحریر میں استعمال کر سکیں۔
- پڑھے ہوئے ڈرامے کو محاورات، ضرب الامثال کا استعمال کرتے ہوئے کہانی میں تبدیل کر سکیں اور پڑھی ہوئی کہانی/افسانے کی ڈرامائی تشکیل کر سکیں۔
- کسی ڈرامے کو پڑھتے ہوئے اس میں موجود مکالمے کو کردار کے مطابق تاثر کے ساتھ ادا کر سکیں۔
- ہدایات واشارات کے مطابق کسی نادیدہ اقتباس (منظوم/منثور) کی تفہیم/تنقید وتجزیہ/تبصرہ کر سکیں۔

پڑھیں

National Book Foundation

کردار: ڈاکٹر۔ میاں۔ بیوی۔ للّو (ملازم)۔ فقیر۔ بچہ

منظر: گھر کا ایک کمرا، جس میں دیوار کے ساتھ چارپائی بچھی ہے۔ ایک طرف دو کرسیاں دھری ہیں اور میز پر دواؤں کی شیشیاں رکھی ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر میاں کا معائنہ کر رہا ہے۔

ڈاکٹر: جی نہیں بیگم صاحبہ! تردّد کی کوئی بات نہیں، میں نے بہت اچھی طرح معائنہ کر لیا ہے۔ صرف تھکان کی وجہ سے حرارت ہو گئی ہے۔ ان دنوں آپ کے شوہر غالباً کام بہت زیادہ کرتے ہیں۔

بیوی: ڈاکٹر صاحب! ان دنوں کیا، ان کا ہمیشہ سے یہی حال ہے۔ صبح دس بجے دفتر جا کر شام سات بجے سے پہلے کبھی واپس نہیں آتے۔

ڈاکٹر: جبھی تو! میرے خیال میں انھیں دوا سے زیادہ آرام وسکون کی ضرورت ہے۔ کاروبار کی پریشانیاں اور الجھنیں بھُلا کر ایک بھی روز آرام و سکون سے گزرا تو طبیعت ان شاء اللہ بحال ہو جائے گی۔

بیوی: بیسیوں مرتبہ کہہ چکی ہوں۔ اتنا کام نہ کیا کرو، نہ کیا کرو۔ نصیبِ دشمناں صحت سے ہاتھ دھو بیٹھو گے مگر خاک اثر نہیں ہوتا۔ ہمیشہ یہی کہہ دیتے ہیں، کیا کیا جائے۔ ان دنوں کام بے طرح زوروں پر ہے۔

ڈاکٹر: ہر روز تھوڑا تھوڑا وقت آرام وسکون کے لیے نہ نکالا جائے تو پھر بیمار پڑ کر بہت زیادہ وقت نکالنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔

بیوی: یہ بات آپ نے انھیں بھی سمجھائی! میں نے کہا سُن رہے ہو۔ ڈاکٹر صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔

میاں: ہوں!

ڈاکٹر: جی ہاں! میں نے سمجھا کر اچھی طرح تاکید کر دی ہے کہ دن بھر خاموش لیٹے رہیں۔

بیوی: تو تاکید کیا میں نہیں کرتی! مگر ان پر کسی کے کہنے کا کچھ اثر بھی ہو!

ڈاکٹر: جی نہیں! ابھی انھوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ پورے طور سے میری ہدایات پر عمل کریں گے۔

بیوی: اور دوا کس کس وقت دینی ہے؟

ڈاکٹر: جی نہیں! دوا کی مطلق ضرورت نہیں۔ بس آپ صرف ان کے آرام و سکون کا خیال رکھیے۔ غذا جو کچھ دینی ہے، میں لکھ چکا ہوں۔

بیوی: بڑی مہربانی آپ کی۔

ڈاکٹر: تو پھر اجازت۔

بیوی: فیس میں آپ کو بھجوادوں گی۔

ڈاکٹر: اس کی کوئی بات نہیں۔ آجائے گی۔

بیوی: (اونچی آواز سے پکار کر) ارے للّو! میں نے کہا ڈاکٹر صاحب کا بیگ باہر کار میں پہنچا دیجیو۔

ڈاکٹر: ایک بات عرض کردوں بیگم صاحبہ! مریض کے کمرے میں شور غُل نہیں ہونا چاہیے۔ اعصاب پر اس کا بہت مضر اثر پڑتا ہے۔ خاموشی اعصاب کو ایک طرح کی تقویت بخشتی ہے۔

بیوی: مجھے کیا معلوم نہیں ڈاکٹر صاحب! آپ اطمینان رکھیں۔ ان کے کمرے میں پرندہ پَر نہ مارے گا۔

(ملازم آتا ہے)

للّو: حضور!

ڈاکٹر: اٹھالو یہ بیگ۔ تو آداب!

بیوی: آداب! (ڈاکٹر اور ملازم جاتے ہیں۔ قریب آکر) میں نے کہا سوگئے کیا؟

میاں: ہوں! یوں ہی چپکا پڑا ہوا تھا۔

بیوی: بس بس۔ بس بس۔ چپکے ہی پڑے رہیے۔ ڈاکٹر صاحب بہت سخت تاکید کر گئے ہیں کہ نہ آپ بات کریں نہ کوئی آپ کے کمرے میں بات کرے۔ اس سے بھی تھکان ہوتی ہے۔ تمام دن پورے آرام و سکون میں گزاریں۔ سمجھ گئے نا؟

میاں: ہوں۔ (کراہتا ہے)

بیوی: کیوں بدن ٹوٹ رہا ہے کیا؟

میاں: ہُوں۔

بیوی: کہو تو دبا دوں؟

میاں: ہُوں۔

بیوی: سونے کو جی چاہ رہا ہو تو چلی جاؤں؟

میاں: اچھی بات۔ (کراہتا ہے)

بیوی: اگر پیچھے کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو! اچھا بلانے کی گھنٹی پاس رکھے جاتی ہوں۔ گھنٹی کہاں گئی؟ رات میں نے آپ یہاں میز پر رکھی تھی۔ اللہ جانے یہ کون اللہ مارا میری چیزوں کو الٹ پلٹ کرتا ہے؟

(کنڈی کی آواز) کون ہے یہ نامراد؟ ارے للّو! دیکھو، یہ کون کواڑ توڑے ڈال رہا ہے؟

للّو: (دور سے) سقّا ہے بیوی جی!

بیوی: سقّا؟ گھر میں بہرے بستے ہیں جو کم بخت اس زور سے کنڈی کھٹکھٹاتا ہے؟ اللہ ماروں کو اتنا خیال بھی تو نہیں آتا کہ گھر میں کوئی بیمار پڑا ہے۔ ڈاکٹر نے تاکید کر رکھی ہے کہ شور غل نہ ہونے پائے اور اس سے کہو یہ کیا وقت ہے، پانی لانے کا۔ اچھی خاصی دوپہر ہونے آگئی ہے۔ کل سے اتنی دیر میں آیا تو نوکری سے الگ کر دوں گی۔ میں نامراد کو بیسیوں مرتبہ کہلا چکی ہوں کہ صبح سویرے ہو جایا کرے۔ کان پر جوں نہیں رینگتی۔

میاں: ارے بھئی اب بخشو اسے۔

بیوی: بخشوں کیسے؟ ذرا طرح دو، یہ لوگ سر پر سوار ہو جاتے ہیں۔

میاں: ہُوں۔ (کراہتا ہے)

بیوی: کیوں۔ زیادہ درد محسوس ہو رہا ہے؟

میاں: ہُوں۔

بیوی: للّو سے کہوں آ کر دبا دے؟

میاں: اُوں ہُوں!

بیوی: یہ دیکھو۔ یہاں انگیٹھی پر رکھی ہے۔ آپ بتایئے آپ سے آپ آگئی یہاں؟ پاؤں تھے اس کے؟ یہ سب حرکتیں اس للّو کی ہیں۔ کم بخت نے قسم کھا رکھی ہے کہ کبھی کوئی چیز ٹھکانے پر نہ رہنے دے گا۔ اللہ جانے یہ نامراد میری چیزوں کو ہاتھ لگاتا کیوں ہے؟ للّو! ارے للّو!

میاں: ارے بھئی کیوں ناحق غُل مچا رہی ہو۔ گھنٹی رات میں نے خود میز پر سے اٹھا کر انگیٹھی پر رکھی تھی۔ ہوں! (کراہتا ہے)

بیوی: تم نے؟ اے ہے وہ کیوں؟

میاں: ننّھا بار بار بجائے جا رہا تھا۔ میرا دم الجھنے لگا تھا۔ ہوں (کراہتا ہے)

للّو: (آ کر) مجھے بلایا ہے بیوی جی؟

بیوی: کم بخت اتنی دیر سے آوازیں دے رہی ہوں، کہاں مر گیا تھا؟

للّو: آپ نے ریٹھے کوٹنے کو کہا۔ وہ گودام میں ڈھونڈ رہا تھا۔

میاں: ہُوں۔ (کراہتا ہے)

بیوی: صبح سویرے کہا تھا، کم بخت تجھے اب تک ریٹھے مل نہیں چکے؟

للّو: جی مہلت بھی ملے۔ ادھر گودام میں جاتا ہوں، ادھر کوئی بلا لیتا ہے۔

بیوی: ہاں بڑا کام رہتا ہے نا! بے چارے کو سر کھجانے کو فرصت نہیں ملتی۔ بھاگ یہاں سے... نکل، جا کر ریٹھے ڈھونڈ (للّو جاتا ہے) تو یہ گھنٹی یہاں تمھارے سرھانے رکھ جاتی ہوں۔

میاں: (کرّاہ کر) کواڑ بند کرتی جانا۔

بیوی: پیچھے اکیلے میں جی تو نہ گھبرائے گا تمھارا؟

میاں: (تنگ آ کر) نہیں بابا نہیں۔

بیوی: ارے ہاں۔ یہ تو میں نے دیکھا ہی نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کھانے کے لیے کیا کیا چیزیں لکھ گئے ہیں۔ کہاں گیا ان کا لکھا ہوا کاغذ؟ اے لو یہ نیچے پڑا ہوا ہے۔ ابھی کہیں کوڑے میں چلا جاتا تو۔ مالٹڈ ملک (MALTED MILK) نارنگی کا رس، ساگو دانے کی کھیر، یخنی، کیا تیار کروا دوں اس وقت کے لیے؟

National Book Foundation

میاں: جو جی چاہے۔

بیوی: اس میں میرے جی چاہنے کا کیا سوال؟ کھانا آپ کو ہے یا مجھے؟

میاں: سا گودانہ بنا دینا تھوڑا سا۔

بیوی: بس! اس سے کیا بنے گا؟ یخنی پی لیتے تھوڑی سی۔ چوزے کی یخنی بنوائے دیتی ہوں۔ مقوّی چیز ہے۔

میاں: بنوا دو۔

بیوی: (دو قدم چلتی ہے) مگر میں نے کہا۔ دیر لگ جائے گی یخنی کی تیاری میں، چوزہ بازار سے منگوانا ہوگا۔ اس للّو کو تو جانتے ہو۔ بازار جاتا ہے تو وہیں کا ہو رہتا ہے۔

میاں: اُوں ہُوں۔

بیوی: تو پھر یوں کرتی ہوں۔ (صحن میں بچہ پٹ پٹ گاڑی چلانے لگتا ہے)

میاں: ارے بھئی، اب یہ کیا کھٹ پٹ شروع ہوگئی۔

بیوی: ننّھا ہے آپ کا۔ عید کے روز میلے میں سے یہ کھلونا گاڑی لے آیا تھا۔ نہ اس کم بخت کا دل اس سے بھرتا ہے، نہ وہ کم بخت ٹوٹتی ہے۔ ارے میں نے کہا ننّھے نہیں مانے گا نامراد! چھوڑ اس اپنی پٹ پٹ کو۔ جب دیکھو لیے لیے پھر رہا ہے۔ صاحب زادے کا دل کسی طرح پُر ہونے ہی میں نہیں آتا۔ چولھے میں جھونک دوں گی اس کم بخت کو، اتنا خیال بھی نہیں آتا کہ ابّا بیمار پڑے ہیں۔ شور غُل سے ان کی طبیعت گھبراتی ہے۔

میاں: ہُوں۔ (کراہتا ہے)

بیوی: کم نہیں ہوا درد؟

میاں: اُوں ہُوں۔

بیوی: دبوا لیتے تو گھٹ جاتا۔

میاں: اُوں ہُوں۔

بیوی: تو میں کیا کہ رہی تھی؟ کھانے کا پوچھ رہی تھی۔

(پھر ننّھے کی پَٹ پَٹ کی آواز) پھر وہی۔ نہیں مانے گا نامراد! ٹھہر تو جا (غصّے میں جاتی ہے۔ میاں کراہتا ہے۔ دور سے بیوی کی آواز آرہی ہے) چھوڑ اپنی یہ پَٹ پَٹ۔ (بچہ رونے لگتا ہے) چپ نامراد! اتنا خیال نہیں ابّا بیمار پڑے ہیں۔ ڈاکٹر نے کہا ہے شور غُل نہ ہو، انھیں تکلیف ہوگی۔ چپ! خبردار جو آواز نکالی۔ گلا گھونٹ ڈالوں گی۔ (بچہ رونا بند کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے) کم بخت کا جو کھیل ہے، ایسا ہی بے ڈھنگا ہے۔ چل ادھر۔ نہیں چپ ہوگا تو؟ (کھینچتی ہوئی لے جاتی ہے۔ میاں اس ہنگامے سے زِچ ہو کر کراہے جا رہا ہے۔ بیوی کی آواز غائب ہوتے ہی کمرے میں جھاڑو پھرنے کی آواز آنے لگتی ہے)۔

میاں: (چونک کر) ہُوں؟ ارے بھئی یہ گرد کہاں سے آنے لگی؟ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ۔ ارے کیا ہو رہا ہے؟

ملازم: جھاڑو دے رہا ہوں میاں۔

میاں: کم بخت دفع ہو یہاں سے۔

ملازم: جھاڑو نہ دی تو خفا ہوں گی بی بی جی۔

میاں: بی بی جی کا بچہ! نکل یہاں سے۔ کہ دے ان سے (ملازم جاتا ہے) کواڑ بند کر کے جا۔ (میاں کراہ کر چپ ہو جاتا ہے، ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے اور بجتی رہتی ہے) ارے بھئی کہاں گئیں؟ ارے کوئی ٹیلی فون سننے تو آؤ۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ (خود اٹھتا ہے) ہیلو، میں اشفاق بول رہا ہوں۔ بیگم اشفاق کسی کام میں مصروف ہیں۔ اس وقت کمرے میں نہیں ہیں جی۔ یہاں کوئی ایسا نہیں جو انھیں بلا لائے۔ میں علیل ہوں۔ کیا فرمایا آپ نے؟ آواز دینے کے لیے ضروری نہیں کہ گلا بھی خراب ہو۔ آپ پھر کسی وقت فون کر لیجیے گا۔ میں نے عرض کیا ناں، چوں کہ میں بیمار ہوں، کمرے سے باہر نہیں جا سکتا۔ (زور سے فون بند کرتا ہے) بد تہذیب۔ گستاخ کہیں کی۔ ہُوں۔

بیوی: مجھے بلایا تھا؟ ہے ہے!! تم اٹھے کیوں۔

میاں: اتنی آوازیں دیں۔ کوئی سنے بھی۔

بیوی: توبہ توبہ، لیٹو لیٹو، میں ذرا گودام میں چلی گئی تھی۔ للّو کو ریٹھے نکال کر دے رہی تھی۔ بلایا کیوں تھا؟ (ہمسائے کے ہاں گانا شروع ہوتا ہے)۔

میاں: فون تھا تمھارا۔

بیوی: کس نے کیا تھا؟

میاں: ہو گا کوئی۔ اب مجھے کیا پتا۔

بیوی: جب اٹھ ہی کھڑے ہوئے تھے تو نام پوچھ لینا کوئی گناہ تھا؟

میاں: میں نے کہ دیا تھا پھر کر لیں فون۔

بیوی: مفت کی الجھن میں ڈال دیا۔ اللہ جانے کون تھی اور کیا چاہتی تھی؟

میاں: ارے بھئی کوئی ایسا ضروری کام نہیں تھا ورنہ مجھے پیغام نہ دے دیتیں۔ تم خدا کے لیے ان ہمسائے کے صاحب زادے کا ہار مونیم اور گانا بند کراؤ۔ میرا سر پھٹا جا رہا ہے۔

بیوی: اب اسے کیوں کر روک دوں میں؟

میاں: بابا ایک دفعہ لکھ کر بھیج دو۔ میں بیمار ہوں۔ ڈاکٹر نے کہا، میرے لیے آرام و سکون کی ضرورت ہے۔ ایک روز ان صاحب زادے نے نغمہ سرائی نہ فرمائی تو دنیا کسی بہت بڑی نعمت سے محروم نہ ہو جائے گی!

بیوی: کہے تو دیتی ہوں مگر کہیں چڑ نہ جائیں۔

میاں: مناسب الفاظ میں لکھو نا۔ ہُوں (کراہتا ہے)

(بے سُرے گانے کا شور جاری ہے۔ میاں کراہ رہا ہے۔ یک لخت بچے کے رونے کی آواز)

بیوی: ارے کیا ہو گیا ننّھے؟

بچہ: (زور سے) گر پڑا خون نکل آیا۔

بیوی: (زور سے) خط لکھ رہی ہوں۔ ابھی آئی، چپ ہو جا۔

میاں: (کراہتے ہوئے) یک نہ شُد دو شُد۔

بیوی: توبہ آپ تو بو کھلا دیتے ہیں۔ دیکھ رہے ہیں، خط لکھ رہی ہوں۔ بچے کو چپ کیوں کر کرا سکتی ہوں؟ نامراد! چپ ہو جا۔ خون نکل آیا تو قیامت آ گئی۔ ابھی آ رہی ہوں دو سطریں لکھ لوں۔

(میاں کراہتا ہے۔ بے سرے گانے اور بچے کے رونے کی آواز جاری ہے)۔

National Book Foundation

میاں: ختم نہیں ہوا خط؟ جانے کیا دفتر لکھنے بیٹھ گئی ہو۔

بیوی: ابھی ہوا جاتا ہے ختم۔

(اس غُل میں ایک فقیر کی آواز بھی شامل ہو جاتی ہے)

فقیر: بال بچے کی خیر۔ راہِ مولا کچھ مل جائے فقیر کو۔

میاں: (کراہ کر) بس ان ہی کی کسر رہ گئی تھی، ہُوں۔

بیوی: تو اب میں تو اسے بلا کر لے نہیں آئی۔

میاں: ارے تو خدا کے لیے اسے رخصت تو کر آؤ۔

بیوی: او للّو! ارے او للّو!

(للّو ہاون دستے میں ریٹھے کوٹنے شروع کر دیتا ہے۔ بے سُرے گانے میں بچے کے رونے اور فقیر کی صدا اور ہاون دستے کی دھمک اور شامل ہو جاتی ہے)۔

میاں: ہائے توبہ، توبہ، ہائے!

بیوی: ارے نامراد! ریٹھے پھر کُوٹ لینا۔ پہلے اس فقیر کو رخصت تو کر دے (للّو ریٹھے کُوٹنے میں بیوی کی آواز نہیں سنتا)

میاں: (جلدی جلدی کراہتا ہوا گھبرا کر اٹھ بیٹھتا ہے) میری ٹوپی اور شیروانی دینا۔

بیوی: ٹوپی اور شیروانی!!

میاں: ہاں! میں دفتر جا رہا ہوں، ابھی دفتر جا رہا ہوں۔

بیوی: ہے ہے! وہ کیوں؟

میاں: آرام و سکون کے لیے۔

(امتیاز علی تاج کے یک بابی ڈرامے)

امتیاز علی تاج (۱۹۷۰ء۔۱۹۰۰ء)

اُردو کے کام یاب ڈراما نگاروں کی فہرست میں امتیاز علی تاج کا نام سرفہرست ہے۔ امتیاز علی تاج لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام شمس العلما مولوی ممتاز علی تھا۔ ابتدائی تعلیم لاہور سے حاصل کی اور پھر صحافت کی طرف متوجہ ہوئے بہت سے رسائل کے مدیر رہے۔ ریڈیو کے لیے ڈرامے اور فیچر لکھنے کے ساتھ ساتھ فلمی کہانیاں بھی لکھیں۔ زمانہ طالب علمی سے ہی اُردو ادب خصوصاً ڈراموں سے آپ کو دلچسپی تھی۔ "انار کلی" آپ کا شاہ کار ہے جو اپنی کردار نگاری، مکالموں اور منظر کشی کی وجہ سے آج بھی اُردو ادب میں مقبول و معروف ڈراما ہے۔ اس کے علاوہ "چچا چھکن" کا مزاحیہ کردار آپ کی تخلیق ہے جو بہت مقبول ہے۔

امتیاز علی تاج کے ڈراموں میں برجستگی، بے ساختگی، سادگی اور بے تکلفی جیسی خصوصیات موجود ہیں آپ نے الفاظ اس سلیقے سے استعمال کیے ہیں کہ قاری کے ذہن پر اَن مٹ نقوش چھوڑتے ہیں۔ ان کے کردار بے مثال ہیں جو چلتے پھرتے اور متحرک ہوتے ہیں یعنی آپ نے کرداروں کو نفسیاتی تجزیے کے ساتھ پیش کیا ہے۔ آپ کے ڈراموں میں مکالمہ نگاری کے ساتھ جذبات نگاری کی عمدہ مثالیں موجود ہیں آپ نے مزاحیہ تحریروں میں معاشرے کے ناہموار پہلوؤں کو دلچسپ اور شگفتہ انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ تحریریں تفنن طبع کے ساتھ ساتھ اصلاح کا کام بھی دیتی ہیں مختصر یہ کہ تاج کی شخصیت بڑی متنوع تھی، ان کی زندگی کے آخری لمحے بہت درد اور کرب میں بسر ہوئے۔ اپریل ۱۹۷۰ء میں ان کو نا معلوم شخص نے قتل کر دیا اور آپ خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

National Book Foundation

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل میں سے درست جواب کے گرد دائرہ لگائیے۔

i۔ حیرانی کے موقع پر استعمال ہونے والے حروف کو کیا کہتے ہیں؟

الف۔ حروف تنبیہہ　　ب۔ حروفِ اضراب　　ج۔ حروف تعجب　　د۔ حروفِ قسم

ii۔ سبق ''آرام و سکون'' صنفِ نثر کے اعتبار سے کیا ہے ؟

الف۔ افسانہ　　ب۔ ڈراما　　ج۔ ناول　　د۔ انشائیہ

iii۔ قواعد کی رُو سے ''و'' اور کون سے حروف ہیں؟

الف۔ حروفِ عطف　　ب۔ حروفِ شرط　　ج۔ حروفِ اضافت　　د۔ حروفِ علت

iv خبر دار، دیکھنا، زنہار　　قواعد کے اعتبار سے کون سے حروف ہیں؟

الف۔ حروفِ علت　　ب۔ حروفِ تنبیہ　　ج۔ حروف جار　　د۔ حروفِ استفہام

v۔ امتیاز علی تاج کی وجہ شہرت کون سی صنف ہے؟

الف۔ افسانہ　　ب۔ ناول　　ج۔ ڈراما　　د۔ مضمون

vi۔ امتیاز علی تاج کی تحریر کی نمایاں خوبی کیا ہے؟

الف۔ برجستگی اور بے ساختگی　　ب۔ مشکل پسندی　　ج۔ پیکر تراشی　　د۔ بے ربط انداز / تجسس

۲۔ امتیاز علی تاج کا ڈراما ''بیگم کی بلی'' طلبہ کو سنوایا جائے اور اس کے اہم نکات پر بات چیت کی جائے، اساتذہ طلبہ کی راہ نمائی کریں تاکہ طلبہ ڈرامے کے سیاق وسباق کو سمجھتے ہوئے موضوع کو بیان کر سکیں۔

۳۔ ''آرام و سکون'' ڈراما کے درج ذیل ابتدائی حصے کو ایک طالب علم بلند آواز سے درست تلفظ کے ساتھ ادا کرے جب کہ باقی طلبہ اسے سن کر ڈرامے کے مرکزی خیال یا تصور تک رسائی حاصل کر کے سیاق وسباق کو سمجھتے ہوئے باری باری موضوع کو بیان کریں۔

ڈاکٹر: جی نہیں بیگم صاحبہ! تردّد کی کوئی بات نہیں، میں نے بہت اچھی طرح معائنہ کر لیا ہے۔ صرف تھکان کی وجہ سے حرارت ہو گئی ہے۔ ان دنوں آپ کے شوہر غالباً کام بہت زیادہ کرتے ہیں۔

بیوی: ڈاکٹر صاحب! ان دنوں کیا، ان کا ہمیشہ سے یہی حال ہے۔ صبح دس بجے دفتر جا کر شام سات بجے سے پہلے کبھی واپس نہیں آتے۔

ڈاکٹر: جبھی تو! میرے خیال میں انھیں دوا سے زیادہ آرام و سکون کی ضرورت ہے۔ کاروبار کی پریشانیاں اور الجھنیں بھلا کر ایک بھی روز آرام و سکون سے گزرا تو طبیعت ان شاء اللہ بحال ہو جائے گی۔

بیوی: بیسیوں مرتبہ کہہ چکی ہوں۔ اتنا کام نہ کیا کرو، نہ کیا کرو۔ نصیبِ دشمناں صحت سے ہاتھ دھو بیٹھو گے مگر خاک اثر نہیں ہوتا۔ ہمیشہ یہی کہ دیتے ہیں، کیا کیا جائے۔ ان دنوں کام بے طرح زوروں پر ہے۔

ڈاکٹر: ہر روز تھوڑا تھوڑا وقت آرام و سکون کے لیے نہ نکالا جائے تو پھر بیمار پڑ کر بہت زیادہ وقت نکالنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔

۴۔ ذیل میں ڈرامے ''لہو اور قالین'' کا ایک حصہ درج کیا جا رہا ہے تاکہ طلبہ ہدایات اور اشارات کی مدد سے کسی نادیدہ اقتباس کی تفہیم / تنقید و تبصرہ کر سکیں۔ طلبہ باری باری افسانے کے اس حصے کو دہرائیں اور دیے گئے تفہیمی سوالات کے جوابات دیں۔

National Book Foundation

آپ مجھے نوازرہے تھے مگر ایک خاص مقصد کی خاطر اور وہ مقصد یہ تھا کہ آپ سوسائٹی کو بتانا چاہتے تھے، دیکھو میں کتنا اچھا ہوں، میں نے ایک غریب اور مفلس مصور کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ اب یہ جو کچھ بنا رہا ہے محض میری سرپرستی کا نتیجہ ہے۔ میں نے اس کی صلاحیتوں کو زندہ رکھا ہے ورنہ یہ کب کی ختم ہو چکی ہوتیں۔ جس طرح بڑی بڑی دکانوں کے دروازوں پر انسانی پیکروں کو نہایت خوب صورت اور شفاف لباس پہنا کر انھیں الماریوں کے اندر سجا دیا جاتا ہے تاکہ لوگ ان حسین و جمیل مجسموں کو دیکھ کر دکان داروں کے اعلیٰ ذوق اور ان کی شان و شوکت سے مرعوب ہو جائیں، اسی طرح آپ بھی اپنی امارت اور اپنی شخصیت کی نمائش کے لیے میری ذات اور میرے فن کو استعمال کر رہے ہیں۔

الف۔ اپنے حافظے سے تسلسل کے ساتھ درج شدہ عبارت کے اہم نکات بتائیں۔

ب۔ دی گئی عبارت کو درست تلفظ، لب و لہجے، اتار چڑھاؤ اور ضرورت کے مطابق تاثر کے ساتھ پڑھیں۔

ج۔ ڈرامے میں تجمل اختر کو کیوں نواز رہا تھا؟

د۔ تجمل نے اختر کے بقول اس کی سرپرستی کس مقصد کے تحت کی؟

ز۔ اس پیراگراف کا موضوع کیا ہے؟

ہ۔ اس اقتباس کو مد نظر رکھتے ہوئے ''خلوص نیت'' کی اہمیت بیان کریں کہ بے شک اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور دنیاوی شان و شوکت کی غرض سے کیا گیا کوئی کام تسکین قلب کا سبب نہیں بن سکتا۔

۵۔ سبق ''آرام و سکون'' پڑھنے کے بعد طلبہ جوڑیوں / گروہ کی شکل میں میاں، بیوی، ملازم اور ڈاکٹر کے مکالمے ڈرامائی انداز اور تاثر کے ساتھ جماعت کے کمرے میں ادا کریں اساتذہ ان کی راہ نمائی کریں۔

۶۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو جملوں میں استعمال کریں۔

تردد۔ تقویت۔ مطلق۔ شور و غل۔ مقوی۔ معائنہ

۷۔ جملے کے اجزائے ترکیبی (مرکب ناقص اور مرکب تام)

ہر جملے کے دو حصے ہوتے ہیں جن میں ایک خاص تعلق ہوتا ہے اور سننے یا پڑھنے والے تک مکمل مفہوم پہنچ جاتا ہے۔ جملے کے ان حصوں کو اسناد کہتے ہیں۔ جس کے بارے میں کچھ کہا جائے اُسے مسند الیہ اور جو کچھ کہا جائے اسے مسند کہا جاتا ہے۔

i۔ جملہ اسمیہ

یہ جملہ خبریہ کی ایک قسم ہے۔ اس کا مسند الیہ اور مسند دونوں اسم ہوتے ہیں۔ درج ذیل جملے غور سے پڑھیے:

۱۔ سلمان ذہین ہے۔	۲۔ آمنہ ایمان دار ہے۔
۳۔ اکرم محنتی تھا۔	۴۔ بچے شرارتی ہیں۔

کسی جملے کے اجزا الگ الگ کرنے اور ان کا باہمی تعلق ظاہر کرنے کو ترکیبِ نحوی کہتے ہیں۔

جملہ اسمیہ کے مسند الیہ کو مبتدا اور مسند کو خبر کہتے ہیں۔ درج بالا جملوں کی ترکیب نحوی کچھ یوں ہو گی:

سلمان، آمنہ، اکرم، بچے	مسند الیہ	مبتدا
ذہین، ایمان دار، محنتی، شرارتی	مسند	خبر
ہے، ہیں، تھا		فعل ناقص

National Book Foundation

ii۔ جملہ فعلیہ

اس جملے میں بعض اوقات تو صرف فاعل اور فعل اتا ہے مثلاً: استاد صاحب آئے۔ شائستہ نے پڑھا۔ یعنی جملہ فعلیہ کے مسند الیہ کو فاعل اور اور مسند کو فعل کہتے ہیں۔ ان دونوں جملوں میں استاد صاحب اور شائستہ؛ فاعل ہیں جب کہ آئے اور پڑھا؛ فعل ہیں۔

بعض اوقات جملہ فعلیہ میں فاعل، علامتِ فاعل، مفعول اور فعل بھی آتے ہیں۔ مثلاً: شکاری نے شیر مارا۔

اس جملے میں شکاری؛ فاعل (مسند الیہ) نے؛ علامت فاعل، شیر (مفعول) اور مارا بطور مسند (فعل) استعمال ہوا ہے

❖ درج ذیل جملوں کے اجزائے ترکیبی کی نشان دہی کریں۔

پاکستان میرا وطن ہے۔

آمنہ نے سبق پڑھا۔

۸۔ ڈراما

ڈراما یونانی زبان کے لفظ ڈراؤ (Drao) سے مشتق ہے۔ جس کے معنی عمل کر کے دکھانا۔ ڈرامے کی ابتدا بھی یونان سے ہوئی۔ برصغیر میں بھی قدیم زمانوں سے ڈرامے کا سراغ ملتا ہے۔ راجہ بکرماجیت کے عہد کا لکھا ہوا ڈرامہ شکنتلا دنیا بھر میں بڑی شہرت رکھتا ہے۔ قدیم زمانے میں لوگ اپنے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے ڈراما کھیلا کرتے تھے۔ مگر بعد میں ترقی کر کے فن کی منزل تک پہنچ گیا۔ ڈرامے کی دو مشہور اقسام ہیں۔

ا۔ طربیہ ڈراما: وہ ڈرامہ جس میں ہنسی اور مزاح کے ذریعے سماج کی کمزوریوں سے پردہ اٹھایا جائے۔

المیہ ڈراما: وہ ڈرامہ جس میں پیش آنے والے واقعات اندوہناک ہوں اور اس کا انجام المیہ ہو۔

ڈرامے کے اجزائے ترکیبی: پلاٹ، کردار نگاری، ارتقائی عمل، کشمکش، مکالمے، اسٹیج، حرکات و سکنات، اختتامی عمل

❖ جملہ اسمیہ، جملہ فعلیہ اور ڈراما صنفِ ادب کی تعریف لکھیں۔

سرگرمیاں

ا۔ سبق خوانی کے بعد ایک طالب علم ڈراما "آرام و سکون" کے کرداروں 'میاں' یا 'بیگم' کے مکالموں کو ان کے کرداروں کے مطابق تاثر کے ساتھ ادا کریں۔

۲۔ میرزا ادیب کے ڈرامے "لہو اور قالین" کی ڈرامائی تشکیل کر کے سکول کے کسی فنکشن میں اسٹیج پر پیش کریں۔

۳۔ اسی ڈرامے کو محاورات اور ضرب الامثال کا استعمال کرتے ہوئے کہانی کی صورت میں بھی تبدیل کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- سبق خوانی قبل ڈرامے کا تعارف اور پس منظر بیان کریں۔ طلبہ کو بتائیں کہ آغا حشر کو اُردو ڈراما نویسی کا شیکسپیئر کہا جاتا تھا۔ امتیاز علی تاج کے فن اور اسلوب کی وضاحت کی جائے اور "چچا چھکن" کے مزاحیہ کردار کا تعارف پیش کیا جائے۔
- طلبہ کو ڈرامے کی تعریف، روایت، ارتقا، اور حصوں سے آگاہ کرتے ہوئے اردو زبان میں لکھے گئے اسٹیج، ریڈیائی اور ٹی وی ڈراموں سے روشناس کرائیں۔
- طلبہ کو کسی تخلیق پارے کے مرکزی خیال اور سیاق و سباق سے آگاہ کریں۔

National Book Foundation

۵ کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ

اس سبق کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- نظم/نثر کو فہم کے ساتھ پڑھ کر متعلقہ سوالات (براہ راست، بالواسطہ، کثیر الجہت) کے جوابات دے سکیں۔
- مختلف نثری اصناف ادب (ناول) پڑھ کر اس کے طرز تحریر سے آگاہ ہو سکیں۔
- کسی بات، پیغام، کلام، نشریات، کہانی اور مکالمے کو سن کر دہرا سکیں۔
- عبارت کو اس کے اسلوب اور بیان کر پیش نظر رکھ کر خاص مقاصد کے لیے پڑھ سکیں۔
- مختلف تحاریر (روداد، مضامین، سفر نامہ۔ خطوط، اداریے، خبریں، رپورٹ، اشتہار وغیرہ) پڑھ کر ان کے مقاصد کی ترجمانی کر سکیں۔
- متعلقہ معلومات کی فراہمی کے لیے مختلف دستاویزی فارم مثلاً: داخلہ فارم، شناختی کارڈ فارم، ریلوے رعایت کرایہ فارم، مختلف رجسٹریشن فارمز، رکنیت فارم، پاسپورٹ فارم، بینک اکاؤنٹ فارم، قومی بچت فارم، خدمات افادی فارم وغیرہ پُر کر سکیں۔
- مختلف مصنفین/شعرا کے ادب پارے پڑھ کر اس زمانے کی تاریخ سے واقف ہوتے ہوئے عصری تناظر میں اس کی اہمیت پر رائے دے سکیں۔
- مختلف تحریری سر گرمیوں میں الفاظ کے درست املا کا خیال رکھتے ہوئے تحریر کام پر نظر ثانی اور ادارت (پروف ریڈنگ) کر سکیں۔
- ذو معانی الفاظ کو جملے سے الگ کر سکیں اور ان کو تحریر میں استعمال کر سکیں۔

پڑھیں

کلیمؔ سے اور مرزا سے محفلِ مشاعرے میں تعارف پیدا ہوا۔ شُدہ شُدہ مرزا صاحب کلیمؔ کے مکان پر تشریف لانے لگے۔ یہاں تک کہ اب چند روز سے تو دونوں میں ایسی گاڑھی چھننے لگی تھی کہ گویا ایک جان دو قالب تھے۔ کلیم کو تو مرزا کے مکان پر جانے کا کبھی بھی اتفاق نہیں ہوا مگر مرزا شام کو تو کبھی کبھی لیکن صبح کو بلا ناغہ آتے اور تمام تمام دن کلیمؔ کے پاس رہتے۔ مرزا نے اپنا حالِ اصلی کلیمؔ پر ظاہر ہونے نہ دیا۔ کلیمؔ یہی جانتا تھا کہ جماعہ دار کا تمام ترکہ مرزا کو ملا اور وہ جماعہ دار کی محل سرا کو مرزا کی محلسرا اور جماعہ دار کے دیوان خانے کو مرزا کا دیوان خانہ اور جماعہ دار کے بیٹے پوتوں کے نوکروں کو مرزا کے نوکر سمجھتا تھا اور اسی غلط فہمی میں وہ گھر سے نکلا تو سیدھا جماعہ دار کی محل سرا کی ڈیوڑھی پر جا موجود ہوا۔ بار بار کے پکارنے اور کنڈی کھڑ کھڑانے سے دو لونڈیاں چراغ لیے ہوئے اندر سے نکلیں اور اُن میں سے ایک نے پوچھا کون صاحب ہیں اور اتنی رات گئے کیا کام ہے۔ کلیم، جاؤ مرزا کو بھیج دو۔ لونڈی: کون مرزا، کلیم: مرزا ظاہر دار بیگ جن کا مکان ہے اور کون مرزا۔

لونڈی: یہاں کوئی ظاہر دار بیگ نہیں ہے۔ اتنا کہہ کر قریب تھا کہ لونڈی پھر کواڑ بند کر لے کہ کلیم نے کہا کہ کیوں جی کیا یہ جماعہ دار صاحب کی محل سرا نہیں ہے۔

لونڈی: ہے کیوں نہیں۔

کلیم: پھر تم نے یہ کیا کہا کہ یہاں کوئی ظاہر دار بیگ نہیں۔ کیا ظاہر دار بیگ جماعہ دار کے وارث اور جانشین نہیں ہیں۔

National Book Foundation

لونڈی: جماعہ دار کے وارثوں کو خدا سلامت رکھے۔ مُوا ظاہر دار بیگ جماعہ دار کا وارث بننے والا کون ہوتا ہے۔

دوسری لونڈی: اری کم بخت یہ کہیں مرزا بانکے کے بیٹے کو نہ پوچھتے ہوں۔ وہ ہر جگہ اپنے تئیں جماعہ دار کا بیٹا بتایا کرتا ہے۔ (کلیم کی طرف مخاطب ہو کر) کیوں میاں وہی ظاہر دار بیگ، جن کی رنگت زرد زرد ہے۔ آنکھیں کرنجی، چھوٹا قد، دُبلا ڈیل اپنے تئیں بہت سنوارے بنائے رہا کرتے ہیں۔

کلیم: ہاں ہاں وہی ظاہر دار بیگ۔

لونڈی: تو میاں اس مکان کے پچھواڑے اُپلوں کی ٹال کے برابر چھوٹا سا کچا مکان ہے وہ اُس میں رہتے ہیں۔ کلیم نے وہاں جا آواز دی تو کچھ دیر بعد مرزا صاحب تنگ دھڑ تنگ جانگیہ پہنے ہوئے باہر تشریف لائے اور کلیم کو دیکھ کر شرمائے اور بولے آہا! آپ ہیں، معاف کیجیے گا۔ میں نے سمجھا کہ کوئی اور صاحب ہیں۔ بندے کو کپڑے پہن کر سونے کی عادت نہیں۔ میں ذرا کپڑے پہن آؤں تو آپ کے ہم رکاب چلوں۔

کلیم: چلیے گا کہاں میں آپ ہی کے پاس آیا تھا۔

مرزا: پھر اگر کچھ دیر تشریف رکھنا منظور ہو تو میں اندر پردہ کرا دوں۔

کلیم: میں آج شب کو آپ ہی کے ہاں رہنے کی نیت سے آیا ہوں۔

مرزا: بسم اللہ تو چلیے اسی مسجد میں تشریف رکھیے۔ بڑی فضا کی جگہ ہے میں ابھی آیا۔ کلیم نے جو مسجد میں آ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک نہایت پُرانی چھوٹی سی مسجد ہے، وہ بھی مسجد ضرار کی طرح ویران و وحشت ناک۔ نہ کوئی حافظ ہے۔ نہ مُلانہ طالب علم نہ مسافر۔ ہزار ہا چمگادڑ اُس میں رہتی ہیں کہ اُن کی تسبیحِ بے ہنگام سے کان کے پردے پھٹے جاتے ہیں۔ فرش پر اس قدر بیٹ پڑی ہے کہ بہ جائے خود کُھرنجے کا فرش بن گیا ہے۔ مرزا کے انتظار میں کلیم کو چار و ناچار اُسی مسجد میں ٹھہرنا پڑا۔ مرزا آئے بھی تو اتنی دیر کے بعد کہ کلیم مایوس ہو چکا تھا۔ قبل اس کے کہ کلیم شکایت کرے مرزا صاحب بہ طور دفع دخل مقدر فرمانے لگے کہ بندے کے گھر میں کئی دن سے طبیعت علیل ہے خفقان کا عارضہ، اختلاج قلب کا روگ ہے اب جو میں آپ کے پاس سے گیا تو اُن کو غشی میں پایا۔ اس وجہ سے دیر ہوئی پہلے یہ تو فرمایئے کہ اس وقت بندہ نوازی فرمانے کی کیا وجہ ہے؟ کلیم نے باپ کی طلب، اپنا انکار، بھائی کی التجا، ماں کا اصرار، تمام ماجرا کہہ سُنایا۔ مرزا: پھر اب کیا ارادہ ہے۔ کلیم: سوائے اس کے کہ اب گھر لوٹ کر جانے کا تو نہیں ہے اور جو آپ کی صلاح ہو۔ مرزا: خیر نیت شب حرام صبح تو ہو۔ آپ بے تکلف استراحت فرمایئے۔ میں جا کر بچھونا وغیرہ بھیجے دیتا ہوں اور مجھ کو مریضہ کی تیمارداری کے لیے اجازت دیجیے کہ آج اُس کی علالت میں اشتداد ہے۔ کلیم: یہ ماجرا کیا ہے۔ تم تو کہا کرتے تھے کہ ہمارے یہاں دوہری محل سرائیں متعدد دیوان خانے کئی پائیں باغ ہیں۔ حوض اور حمام اور کٹڑے اور گنج اور دُکانیں اور سرائیں؛ میں جانتا ہوں عمارت کی قسم سے کوئی چیز ایسی نہ ہو گی جس کو تم نے اپنی مِلک نہ بتایا ہو۔ یا یہ حال ہے کہ ایک متنفس کے واسطے ایک شب کے لیے تم کو جگہ میسر نہیں جو جو حالات تم نے اپنی زبان سے بیان کیے اُن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ جماعہ دار کے تمام ترکہ پر تم قابض اور متصرف ہو لیکن میں اُس تمام جاہ و حشمت کا ایک شمّہ بھی نہیں دیکھتا۔ مرزا: آپ کو میری نسبت سخن سازی کا احتمال ہونا سخت تعجب کی بات ہے۔ اتنی مدت مجھ سے آپ کی صحبت رہی مگر افسوس ہے کہ آپ نے میری طبیعت اور میری عادت کو نہ پہچانا۔ یہ اختلاف حالت جو آپ دیکھتے ہیں اُس کی ایک وجہ ہے۔ بندے کو جماعہ دار صاحب مرحوم مغفور نے متبنیٰ کیا تھا اور اپنا جانشین کر مرے تھے۔ شہر کے کُل رؤسا اس سے واقف اور آگاہ ہیں۔ اُن کے انتقال کے بعد لوگوں نے اس میں رخنہ اندازیاں کیں۔ بندے کو آپ جانتے ہیں کہ بکھیڑے سے کوسوں بھاگتا ہے۔ صحبت ناملائم دیکھ کر کنارہ کش ہو گیا لیکن کسی کو انتظام کا سلیقہ بندوبست کا حوصلہ نہیں۔ اُسی روز سے اندر باہر واویلا مچی ہوئی ہے اور اس بات کے مشورے ہو رہے ہیں

National Book Foundation

کہ بندے کو منالے جائیں۔

کلیم: لیکن آپ نے اس کا تذکرہ بھی نہیں کیا۔ مرزا: اگر میں آپ سے یا کسی سے تذکرہ کرتا تو استقلال مزاج سے بے بہرہ اور غیرت و حمیت سے بے نصیب ٹھہرتا اب آپ کو کھڑے رہنے میں تکلیف ہوتی ہے اجازت دیجیے کہ میں جا کر بچھونا بھجوا دوں اور مریضہ کی تیمار داری کروں۔ کلیم: خیر مقام مجبوری ہے لیکن پہلے ایک چراغ تو بھیج دیجیے۔ تاریکی کی وجہ سے طبیعت اور بھی گھبراتی ہے۔ مرزا: چراغ کیا میں نے تو لیمپ روشن کرانے کا ارادہ کیا تھا لیکن گرمی کے دن ہیں پروانے بہت جمع ہو جائیں گے اور آپ زیادہ پریشان ہو جیے گا اور اس مکان میں ابابیلوں کی کثرت ہے۔ روشنی دیکھ کر گرنی شروع ہوں گی اور آپ کا بیٹھنا دُشوار کر دیں گی۔ تھوڑی دیر صبر کیجیے کہ ماہتاب نکلا آتا ہے۔

کلیم جب گھر نکلا تو کھانا تیار تھا لیکن وہ اس قدر طیش میں تھا کہ اُس نے کھانے کی مطلق پرواہ نہ کی اور بے کھائے نکل کھڑا ہوا۔ مرزا سے ملنے کے بعد وہ منتظر تھا کہ آخر مرزا خود پوچھیں گے تو کہہ دوں گا۔ مرزا کو ہر چند کھانے کی نسبت پوچھنا ضرور تھا کیوں کہ اول تو کچھ ایسی رات زیادہ نہیں گئی تھی۔ دوسرے یہ کہ اُس کو معلوم ہو چکا تھا کہ کلیم گھر سے لڑ کر نکلا ہے۔ تیسرے دونوں میں بے تکلفی غایت درجہ کی تھی لیکن مرزا قصداً اس بات سے متعرض نہ ہُوا اور کلیم بے چارے کا بھوک کے مارے یہ حال کہ مسجد میں آنے سے پہلے اُس کی انتڑیوں نے قُل ہو اللہ پڑھنی شروع کر دی تھی۔ جب اُس نے دیکھا کہ مرزا کسی طرح اس پہلو پر نہیں آتا اور عنقریب تمام شب کے لیے رخصت ہوا چاہتا ہے تو بے چارے نے بے غیرت بن کر خود کو کہا کہ سُنو یار! میں نے کھانا بھی نہیں کھایا۔ مرزا: مرد خدا! تو آتے ہی کیوں نہیں کہا۔ اب اتنی رات گئے کیا ہو سکتا ہے۔ دکانیں سب بند ہو گئیں اور جو دو ایک کھلی بھی ہیں تو باسی چیزیں رہ گئی ہوں گی جن کے کھانے سے فاقہ بہتر ہے۔ گھر میں آج آگ تک نہیں سُلگی مگر ظاہراً تم سے بھوک کی سہار ہونی مشکل معلوم ہوتی ہے۔ دیو اشتہا کو زیر کرنا بڑی ہمت والوں کا کام ہے۔ ایک تدبیر سمجھ میں آتی ہے کہ جاؤں چھدامی بھڑ بھونجے کے یہاں سے گرم خستہ چنے کی دال بنوا لاؤں بس ایک دھیلے کی مجھ کو تم کو دونوں کو کافی ہو گی۔ رات کا وقت ہے ابھی کلیم کچھ کہنے بھی نہیں پایا تھا کہ مرزا جلدی سے اُٹھ باہر گئے اور چشم زدن میں چنے بھنوا لائے مگر دھیلے کے کہہ کر گئے تھے یا تو کم کے لائے یا راہ میں دو چار پھنکے لگائے۔ اس واسطے کہ کلیم کے رُوبہ رُو تین مٹھی چنے سے زیادہ نہ تھے۔ مرزا: یار ہو تُم بڑے خوش قسمت کہ اس وقت بھاڑ مل گیا۔ واللہ ہاتھ تو لگاؤ دیکھو تو کیسے بُھلس رہے ہیں اور سوندھی سوندھی خوشبو بھی عجب ہی دل فریب ہے کہ بس بیان نہیں ہو سکتا۔ تعجب ہے کہ لوگوں نے خس اور مٹی کا عطر نکالا مگر بُھنے ہوئے چنوں کی طرف کسی کا ذہن منتقل نہیں ہوا۔ کوئی فن ہو کمال بھی کیا چیز ہے۔ دیکھیے اتنی تو رات گئی ہے مگر چھدامی کی دُکان پر بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ بندہ نے بہ تحقیق سُنا ہے کہ حضور والا کے خاصے میں چھدامی کی دُکان کا چنا بلا ناغہ لگ کر جاتا ہے اور واقع میں ذرا غور سے دیکھیے کیا کمال کرتا ہے کہ بُھوننے میں چنوں کو سڈول بنا دیتا ہے۔ بھئی تمھیں میرے سر کی قسم، سچ کہنا ایسے خوب صورت خوش قطع سڈول چنے تُم نے پہلے بھی کبھی دیکھے تھے۔ دال بنانے میں اُس کو یہ کمال حاصل ہے کہ کسی دانے پر خراش تک نہیں، ٹوٹنے پھوٹنے کا کیا مذکور اور دانوں کی رنگت دیکھیے کوئی بسنتی ہے کوئی پستئی۔ غرض دونوں رنگ خوش نما۔ یوں تو صدہا قسم کے غلے اور پھل زمین سے اُگتے ہیں لیکن چنے کی لذت کو کوئی نہیں پاتا۔

غرض مرزا نے اپنی چرب زبانی سے چنوں کو گھی کی تلی دال بنا کر اپنے دوست کلیم کو کھلایا۔ کلیم بھوکا تو تھا ہی اُس کو بھی ہمیشہ سے کچھ زیادہ مزے دار معلوم ہوئے۔ مرزا نے گھر جا کر ایک میلی دری اور ایک کثیف سا تکیہ بھیج دیا۔ دو ہی گھڑی میں کلیم کی حالت کا اس قدر متغیر ہو جانا عبرت کا مقام ہے یا تو خلوت خانہ اور عشرت منزل میں تھا یا اب ایک مسجد میں آ کر پڑا اور مسجد بھی ایسی جس کا تھوڑا سا حال ہم نے اوپر بیان کیا۔ گھر کے ایوانِ نعمت کو لات مار کر

National Book Foundation

نکلا تھا تو پہلے ہی وقت چنے چبانے پڑے۔ نہ چراغ نہ چارپائی نہ بہن نہ بھائی۔ نہ مونس نہ غم خوار نہ نوکر نہ خدمت گار۔ مسجد میں اکیلا ایسا بیٹھا تھا جیسے قید خانے میں حاکم کا گنہ گار یا قفس میں مرغِ نَو گرفتار اور کوئی ہوتا تو اس حالت پر نظر کر کے تنبیہ پکڑتا اپنی حرکت سے توبہ اور اپنے افعال سے استغفار کرتا اور اُسی وقت نہیں تو سویرے گجر دم باپ کے ساتھ نماز صبح میں جا شریک ہوتا لیکن کلیم کو اور بہت سے مضمون سوجھتے کو تھے اُس نے رات بھر میں ایک قصیدہ تو مسجد کی ہجو میں تیار کیا اور ایک مثنوی مرزا کی شان میں کہی۔

صبح ہوتے آنکھ لگ گئی تو نہیں معلوم مرزا یا محلے کا کوئی اور عیار ٹوپی۔ جوتی۔ رومال۔ چھڑی۔ تکیہ، دری یعنی جو چیز کلیم کے بدن سے منفک اور اُس کے جسم سے جُدا تھی لے کر چنپت ہوا۔ یوں بھی کلیم بہت دیر کو سو کے اُٹھتا تھا اور آج تو ایک وجہ خاص تھی کوئی پہر سوا پہر دن چڑھے جاگا تو کیا دیکھتا ہے کہ فرش مسجد پر پڑا ہے اور نیند کی حالت میں جو کروٹیں لی ہیں تو سیروں گرد کا بَھبھوت اور چمگادڑوں کی بیٹ کا ضماد بدن پر تھپا ہوا ہے حیران ہوا کہ قلب ماہیت ہو کر میں کہیں بُھتنا تو نہیں ہو گیا۔ مرزا کو ادھر دیکھا اُدھر دیکھا کہیں پتہ نہیں۔ مسجد تھی ویران اُس میں پانی کہاں صبر کر کے بیٹھ رہا کہ کوئی اللہ کا بندہ ادھر کو آ نکلے تو اُس کے ہاتھ مرزا کو بلواؤں اور یا مُنہ ہاتھ دھو کر خود مرزا تک جاؤں۔ اس میں دو پہر ہونے آئی بارے ایک لڑکا کھیلتا ہوا آیا جونہی زینے پر چڑھا کہ کلیم اس سے عرض مطلب کرنے کے لیے لپکا وہ لڑکا اُس کی ہیئت کذائی دیکھ ڈر کر بھاگا، خدا جانے اُس نے اُس کو بھوت سمجھا یا سڑی خیال کیا۔ کلیم نے بہتیرا پکارا اُس لڑکے نے پیٹھ پھیر کر نہ دیکھا۔ ناچار کلیم نے بہ ہزار مصیبت دوسرے فاقہ سے شام پکڑی اور جب اندھیرا ہوا تو اُلو کی طرح اپنے نشیمن سے نکلا۔ سیدھا مرزا کے مکان پر گیا، آواز دی تو یہ جواب ملا کہ وہ تو بڑے سویرے کے قطب صاحب سدھارے ہیں۔ کلیم نے چاہا کہ اپنا تعارف ظاہر کر کے ممکن ہو تو منہ دھونے کو پانی مانگے اور مرزا کی پھٹی پرانی جوتی اور ٹوپی تاکہ کسی طرح گلی کوچے میں چلنے کے قابل ہو جائے۔ یہ سوچ کر اُس نے کہا کیوں حضرت آپ مجھ سے بھی واقف ہیں۔ اندر سے آواز آئی ہم تمھاری آواز تو نہیں پہچانتے اپنا نام ونشان بتاؤ تو معلوم ہو۔ کلیم: میرا نام کلیم ہے اور مجھ سے اور مرزا ظاہر دار بیگ سے بڑی دوستی ہے بلکہ میں شب کو مرزا صاحب ہی کی وجہ سے مسجد میں تھا۔ گھر والے: وہ دری اور تکیہ کہاں ہے جو رات تمھارے سونے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ تکیے اور دری کا نام سُن کر تو کلیم بہت چکرایا اور ابھی جواب دینے میں متامل تھا کہ اندر سے آواز آئی: مرزا زبردست بیگ! دیکھنا یہ مردوا کہیں چل نہ دے، دوڑ کر تکیہ دری تو اس سے لو۔ کلیم یہ بات سُن کر بھاگا۔ ابھی گلی کے نکڑ تک نہیں پہنچا تھا کہ زبردست نے چور چور کر کے جا لیا۔ ہر چند کلیم نے مرزا ظاہر دار بیگ کے ساتھ اپنے حقوق معرفت ثابت کیے مگر زبردست کا ٹھینگا سر پر اُس نے اک نہ مانی اور پکڑ کر کوتوالی لے گیا۔ کوتوال نے سرسری طور پر دونوں کا بیان سُنا اور کلیم سے اُس کا حسب نسب پوچھا۔ ہر چند کلیم اپنا پتہ بتانے میں جھینپتا تھا مگر چاروناچار بتانا پڑا لیکن اُس کی حالت ظاہری ایسی ابتر ہو رہی تھی کہ اُس کا سچ بھی جھوٹ معلوم ہوتا تھا۔ کوتوال نے سُن کر یہی کہا کہ میاں نصوح جن کو تم اپنا والد بتاتے ہو میں اُن کو خوب جانتا ہوں اور یہ بھی مجھ کو معلوم ہے کہ اُن کے بڑے بیٹے کا یہی نام ہے جو تم نے اپنا بیان کیا۔ محلے کا پتہ گھر کا نشان بھی جو تم نے کہا سب ٹھیک ہے مگر کلیم تو ایک مشہور معروف آدمی ہے آج شہر میں اُس کی شاعری کی دھوم ہے۔ تمھاری یہ حیثیت کہ ننگے سر ننگے پاؤں بدن پر کیچڑ تھپی ہوئی مجھ کو باور نہیں ہوتا۔ اچھا اب رات کو کیا ہو سکتا ہے۔ جرم سنگین ہے، ان کو حوالات میں رکھو، صبح ہو میں اُن کے والد کو بُلواؤں تو اُن کے بیان کی تصدیق ہو۔

کلیم یہ سُن کر رو دیا اور کہا میں وہی بدنصیب ہوں جس کی شعر گوئی کا شہرہ آپ نے سُنا ہے اور آپ کو یقین نہ ہو تو میں اپنے افکار تازہ آپ کو سُناؤں۔ چناں چہ کل شب کو جو کچھ مسجد و مرزا کی شان میں کہا تھا سُنایا۔ اُس پر کوتوال نے اتنی رعایت کی کہ دو سپاہی کلیم کے ساتھ کیے اور اُن کو حکم دیا کہ ان کو میاں نصوح کے پاس لے جاؤ اگر وہ ان کو اپنا فرزند بتائیں تو چھوڑ دینا ورنہ واپس لا کر حوالات میں قید رکھنا۔

National Book Foundation

کلیم پر اس کیفیت سے باپ کے رُو بہ رُو آنا جیسا کچھ شاق گزرا ہو گا ظاہر ہے مگر کیا کر سکتا تھا۔ سپاہی اُس کو کشاں کشاں لے ہی گئے۔ محلے کی مسجد میں جس میں نصوحؔ نماز پڑھا کرتا تھا اُس کے گھر سے بہت قریب تھی۔ صحنِ مسجد میں ایک شاداب چمن تھا اور چمن کے بیچوں بیچ ایک پکا مرتفع چبوترہ عجب تفریح کا مقام تھا۔ نصوح بیشتر نمازِ عشا کے بعد خصوصاً چاندنی راتوں میں اُس چبوترے پر بیٹھ کر پھول بوٹوں میں خداوند تعالیٰ کی صنعت ملاحظہ کیا کرتا تھا۔ اُس کو بیٹھا دیکھ کر دوسرے نمازی بھی جمع ہو جاتے تھے اور نصوح کو وعظ و پند کے طور پر اُن کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع ملتا تھا۔ سپاہی کلیم کو لیے آ پہنچے۔ یہ اتفاق من جانب اللہ شاید اس وجہ سے پیش آیا کہ جو لوگ کلیم کی نظر میں صرف اس وجہ سے ذلیل تھے کہ وہ اپنے خالق کی پرستش کرتے تھے، اپنے اور اپنے بال بچوں کے پیٹ بھرنے کے لیے محنت مزدوری کر کے بہ وجہ حلال روزی پیدا کرتے تھے اُن کے سامنے اس کی گردن نخوت نیچی ہو۔ منکر نکیر کی طرح دو سپاہی اُس کی گردن پر سوار تھے۔ نہ سر پر ٹوپی نہ پاؤں میں جوتی۔ دو وقت کے فاقے سے منھ سوکھ کر ذرہ سا نکل آیا تھا۔ آنکھوں میں حلقے پڑ گئے تھے۔

ہونٹوں پر پپڑیاں جم رہی تھیں۔ کپڑوں کا وہ حال تھا کہ ایسے لباس سے ننگا ہوتا تو بہتر تھا۔ جوں نصوحؔ کی نظر بیٹے پر پڑی گویا ایک تیر سا کلیجے میں لگ گیا۔ اگر پہلا سا نصوحؔ ہوتا تو نہیں معلوم عورتوں کی طرح داڑھیں مار کر روتا یا سر پیٹنے لگتا یا دوڑ کر بیٹے کو لپٹ جاتا یا سپاہیوں سے بے پوچھے گچھے دست و گریباں ہو پڑتا یا خدا جانے اضطرابِ جاہلانہ میں کیا کرتا مگر اب اُس کی جملہ حرکات و سکنات معلوم دین داری کی مطیع اور مودب خدا پرستی کی تابع تھیں اُس نے ایک دمِ سرد بھر کر انا للہ و انا الیہ راجعون تو کہا اور اُف بھی نہ کی۔ سپاہیوں نے اُس سے کلیم کی نسبت پوچھا تو اُس نے آنکھیں نیچی کر کے کہا جب حضرت نوح اپنے بیٹے کو ڈوبتے دم تک بیٹا بیٹا پکارے گئے تو میں اس کے فرزند ہونے سے انکار کیسے کر سکتا ہوں۔ سپاہی تو اتنا سُن کر رخصت ہوئے اور کلیم کو رفقائے نصوحؔ میں سے کسی نے ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔

(توبۃ النصوح)

مولوی نذیر احمد (۱۸۳۱ء۔۱۹۱۲)

مولوی نذیر احمد ضلع بجنور (یو۔پی بھارت) میں ۱۸۳۱ء میں پیدا ہوئے۔ بعض مقامات پر آپ کا سال پیدائش ۱۸۳۶ء بھی درج ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مولوی سعادت علی سے ہی حاصل کی لیکن بعد میں مولوی عبدالخالق کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ کچھ عرصے بعد دلّی کالج میں داخلہ لیا اور وہاں سے عربی، فلسفہ اور ریاضی کی تعلیم حاصل کر کے مدرّس کی حیثیت سے عملی زندگی کا آغاز کیا اور ترقی کر کے انسپکٹر مدارس مقرر ہو گئے۔ اپنی ذاتی دل چسپی کے باعث انگریزی زبان کی تعلیم بھی اپنے تئیں حاصل کی۔ ۱۸۶۱ء میں انڈین پینل کوڈ کے ترجمے کی وجہ سے پہلے تحصیل دار اور پھر افسر بندوبست بن گئے۔ اس کے بعد ریاست حیدر آباد چلے گئے جہاں ممبر بورڈ آف ریونیو کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں اور یہیں سے اپنی مدت ملازمت پوری کر کے سُبک دوش ہو گئے۔ ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی زندگی تصنیف و تالیف کے لیے وقف کر دی۔ ۱۸۹۷ء میں آپ کو "شمس العلما" کا خطاب عطا کیا گیا۔ اس کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی اور ایڈنبرا یونی ورسٹی سے بھی آپ کو اعزازی ڈگریوں سے نوازا گیا۔

مولوی نذیر احمد کو اُردو کا پہلا ناول نگار کہا جاتا ہے کیوں کہ ان کی تحریروں میں اردو ناول کا نقشِ اوّل موجود ہے۔ آپ کو دلی کی صاف اور بامحاورہ زبان خاص طور پر دلی کی خواتین کی روزمرہ زبان کے استعمال پر دست رس حاصل تھی۔ آپ کو کہانی بیان کرنے اور کردار نگاری میں ملکہ حاصل تھا۔ آپ کے بیشتر کردار اسم بامسمّیٰ ہیں یعنی جیسا نام ہے ویسی ہی شخصی خوبیاں بھی کردار میں موجود ہیں۔ اصلاح، سبق آموزی، آپ کی تحریروں کا نمایاں پہلو ہے۔ مولوی نذیر احمد نے اردو داستانوں کے مافوق الفطرت کرداروں کی بجائے حقیقی زندگی کے کرداروں کو اپنا موضوع بنایا۔ ادب برائے زندگی کے نظریے کے تحت آپ نے اپنے ناولوں میں مرآۃ العروس، توبۃ النصوح، رویائے صادقہ، بنات النعش اور ابن الوقت شامل ہیں۔ مولوی نذیر احمد نے قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا۔

National Book Foundation

مشق

۱۔ درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات کے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

i۔ لفظ ''ڈراما'' کس زبان کے لفظ ڈراؤ (Drao) سے مشتق ہے۔

الف۔ عربی ب۔ فارسی ج۔ عبرانی د۔ یونانی

ii۔ جملہ اسمیہ کے مسند الیہ اور مسند ہوتے ہیں:

الف۔ اسم ب۔ فعل ج۔ فعل ناقص د۔ فاعل

iii۔ کلیم کے کنڈی کھڑ کھڑانے پر کتنی لونڈیاں چراغ لیے ہوئے اندر سے نکلیں؟

الف۔ چار ب۔ تین ج۔ دو د۔ ایک

iv۔ مرزا ظاہر دار بیگ نے کلیم کو کہاں ٹھہرانے کا بندوبست کیا؟

الف۔ دیوان خانے میں ب۔ محل سرا میں ج۔ بالاخانے پر د۔ ویران مسجد میں

v۔ ''شکاری نے بندوق چلائی'' اس جملہ فعلیہ میں مفعول کسے کہیں گے؟

الف۔ شکاری ب۔ بندوق ج۔ نے د۔ چلائی

۲۔ درج ذیل نثر پارے کو فہم کے ساتھ پڑھ کر درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے۔

بار بار کے پکارنے اور کنڈی کھڑ کھڑانے سے دو لونڈیاں چراغ لیے ہوئے اندر سے نکلیں اور اُن میں سے ایک نے پوچھا کون صاحب ہیں اور اتنی رات گئے کیا کام ہے۔ کلیم، جاؤ مرزا کو بھیج دو۔ لونڈی: کون مرزا، کلیم: مرزا ظاہر دار بیگ جن کا مکان ہے اور کون مرزا۔

لونڈی: یہاں کوئی ظاہر دار بیگ نہیں ہے۔ اتنا کہہ کر قریب تھا کہ لونڈی پھر کواڑ بند کر لے کہ کلیم نے کہا کہ کیوں جی کیا یہ جماعہ دار صاحب کی محل سرا نہیں ہے۔

لونڈی: ہے کیوں نہیں۔

کلیم: پھر تم نے یہ کیا کہا کہ یہاں کوئی ظاہر دار بیگ نہیں۔ کیا ظاہر دار بیگ جماعہ دار کے وارث اور جانشین نہیں ہیں۔

لونڈی: جماعہ دار کے وارثوں کو خدا اسلامت رکھے۔ مُوا ظاہر دار بیگ جماعہ دار کا وارث بننے والا کون ہوتا ہے۔

دوسری لونڈی: اری کم بخت یہ کہیں مرزا بانکے کے بیٹے کو نہ پوچھتے ہوں۔ وہ ہر جگہ اپنے تئیں جماعہ دار کا بیٹا بتایا کرتا ہے۔ (کلیم کی طرف مخاطب ہو کر) کیوں میاں وہی ظاہر دار بیگ نا، جن کی رنگت زرد زرد ہے۔ آنکھیں کرنجی، چھوٹا قد، دُبلا ڈیل اپنے تئیں بہت سنوارے بنائے رہا کرتے ہیں۔

کلیم: ہاں ہاں وہی ظاہر دار بیگ۔

لونڈی: تو میاں اس مکان کے پچھواڑے اُپلوں کی ٹال کے برابر چھوٹا سا کچا مکان ہے وہ اُس میں رہتے ہیں۔ کلیم نے وہاں جا آواز دی تو کچھ دیر بعد مرزا صاحب تنگ دھڑ تنگ جانگیہ پہنے ہوئے باہر تشریف لائے اور کلیم کو دیکھ کر شرمائے اور بولے آہا! آپ ہیں، معاف کیجیے گا۔ میں نے سمجھا کہ کوئی اور صاحب ہیں۔ بندے کو کپڑے پہن کر سونے کی عادت نہیں۔ میں ذرا کپڑے پہن آؤں تو آپ کے ہم رکاب چلوں۔

کلیم: چلیے گا کہاں میں آپ ہی کے پاس تک آیا تھا۔

مرزا: پھر اگر کچھ دیر تشریف رکھنا منظور ہو تو میں اندر پردہ کرا دوں۔

National Book Foundation

کلیم: میں آج شب کو آپ ہی کے ہاں رہنے کی نیت سے آیا ہوں۔

مرزا: بسم اللہ تو چلیے اسی مسجد میں تشریف رکھیے۔ بڑی فضا کی جگہ ہے میں ابھی آیا۔ کلیم نے جو مسجد میں آ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک نہایت پُرانی چھوٹی سی مسجد ہے، وہ بھی مسجد ضرار کی طرح ویران وحشت ناک۔ نہ کوئی حافظ ہے۔ نہ مُلّا نہ طالب علم نہ مسافر۔ ہزارہا چمگادڑیں اُس میں رہتی ہیں۔

الف۔ بار بار پکارنے اور کنڈی کھڑ کھڑانے کا کیا نتیجہ نکلا؟

ب۔ کلیم نے جب ظاہر دار کے متعلق پوچھا تو لونڈی نے کیا جواب دیا؟

ج۔ اندر سے آنے والی لونڈیوں میں سے ایک نے کیا پوچھا؟

د۔ ظاہر دار بیگ کے متعلق لونڈی نے کیا حقیقت بتائی؟

ہ۔ ظاہر دار بیگ اصل میں کہاں رہتا تھا؟

و۔ کلیم کے آواز دینے پر ظاہر دار بیگ کس حالت میں باہر آیا؟

ز۔ ظاہر دار بیگ نے جس مسجد میں کلیم کو ٹھہرایا، اُس کی حالت کیسی تھی؟

ح۔ اس عبارت سے ظاہر دار بیگ کی شخصیت کا کون سا پہلو ہمارے سامنے آتا ہے؟

۳۔ سوشل یا الیکٹرانک میڈیا سے رات نو بجے سے دس بجے تک اپنے والدین کی نگرانی میں خبروں اور انٹرٹینمنٹ کا ایک ایک چینل دیکھیں۔ اس ایک گھنٹے کے دوران پیش کی جانے والی خبروں اور ڈراموں میں اُٹھائے گئے اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی نکات وغیرہ سُن کر اہم نکات مع تبصرہ و تشریح اپنے ساتھی طلبہ کے سامنے دوہراتے ہوئے جماعت کے کمرے میں بیان کریں۔

۴۔ ''کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ'' کو اس کے اسلوب اور بیان کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس خاص مقصد کے لیے پڑھیں کہ آپ کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ، دونوں کرداروں کے متعلق اپنی ذاتی رائے پیش کر سکیں۔

۵۔ سبق ''کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ'' کے علاوہ آپ نے شاملِ نصاب افسانہ ''بھیڑیا'' کا مطالعہ کیا۔ دونوں عبارات کی غرض و غایت اور ساخت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کا مناسب اور محتاط موازنہ کریں۔ نیز دونوں ادب پاروں کے زمانوں کی تاریخ سے واقف ہوتے ہوئے عصری تناظر میں اُن کی اہمیت پر رائے دیں۔

نثر پاروں کا موازنہ کرتے ہوئے مصنفین کے اندازِ بیان کو سمجھیں اور جماعت کے دیگر طلبہ کے سامنے اس پر تبصرہ کریں۔ (اس سلسلے میں درج ذیل نکات پیش نظر رکھیں)

الف۔ مولوی نذیر احمد نے کلیم کے کردار کے ذریعے نوجوان نسل کو کیا نصیحت کی ہے؟

ب۔ ظاہر دار بیگ جیسے لوگ ہماری زندگی اور معاشرے میں کیا کردار ادا کرتے ہیں؟

ج۔ افسانہ ''بھیڑیا'' میں مصنف کس خوف کا شکار ہے؟

د۔ افسانے کا مرکزی کردار ''بھیڑیا'' کس علامت کے طور پر استعمال ہوا ہے؟

۶۔ آج سے سوڈیڑھ سو سال قبل اُردو الفاظ کا اِملا ایسا نہیں تھا جیسا کہ آج مستعمل ہے۔ یعنی آج بہت سے ایسے الفاظ کو توڑ کر لکھا جاتا ہے جنھیں ماضی میں اکٹھا لکھنا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ مثلاً: شاملِ نصاب سبق کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ کریں۔

National Book Foundation

کلیم یہی جانتا تھا کہ جماعہ دار کا تمام ترکہ مرزا کو ملا اور وہ جماعہ دار کی محل سرا کو مرزا کی محل سرا اور جماعہ دار کے دیوان خانے کو مرزا کا دیوان خانہ سمجھتا تھا۔ محل سرا کی ڈیوڑھی پر جا موجود ہوا۔ بار بار کے پکارنے اور کنڈی کھڑ کھڑانے سے دو لونڈیاں چراغ لیے ہوئے اندر سے نکلیں۔

کلیم: جاؤ، مرزا کو بھیج دو۔

سبق کی عبارت میں محلسرا کو محل سرا، دیوانخانے کو دیوان خانے، دیوانخانہ کو دیوان خانہ، لئے کو لیے اور بھیجدو کو بھیج دو۔ کر کے لکھ دیا گیا ہے یعنی الفاظ کو درست املا کا خیال رکھتے ہوئے اصل تحریر پر نظر ثانی اور ادارت (پروف ریڈنگ) کی گئی ہے۔ اسی اصول کو پیش نظر رکھ کر درج ذیل تحریری سرگرمی میں الفاظ کو غلط املا میں لکھے ہوئے درج ذیل الفاظ پر نظر ثانی اور ادارت (پروف ریڈنگ) کرتے ہوئے درست کر کے لکھیں۔ اس سلسلے میں استاد محترم سے بھی رہ نمائی لیں۔

منالیجائیں	دیجئے	بھیجدیئے
کردینگی	کیونکہ	کہدونگا
لئے	بیچارے	بھوکھ
بنکر		

۷۔ ذو معنی الفاظ

ذو معنی الفاظ ایسے الفاظ ہوتے ہیں جن کا املا تو ایک جیسا ہو لیکن ان کے معنی ایک سے زیادہ ہوں۔ بعض اوقات ان میں سے ایک معنی مونث جب کہ دوسرا مذکر کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: قلم (لکھنے کے لیے استعمال ہونے والا آلہ) اور پودے کی قلم۔

کان (کسی قیمتی چیز کا ذخیرہ) یعنی کوئلے یا سونے کی کان، اور جسم کا ایک حصہ۔

درج ذیل جملوں سے ذو معانی الفاظ کو الگ کریں اور اُن کے جملے اس انداز سے تحریر کریں کہ اُن کے دونوں معانی واضح ہو جائیں۔

میرے **کان** میں درد ہے۔

پاکستان میچ **ہار** گیا۔

کپڑے کا **عرض** ایک فٹ ہے

میں نے **قلم** سے لکھا۔

مغرب نے اسلامی ملکوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

۸۔ ناول

ناول سے مراد سادہ زبان میں ایسی طویل کہانی ہے جس میں انسانی زندگی کے معمولی واقعات اور روزانہ پیش آنے والے معاملات کو اس انداز میں بیان کیا جائے کہ پڑھنے والے کو اس میں دلچسپی پیدا ہو۔ یہ دلچسپی پلاٹ، منظر نگاری، کردار نگاری اور مکالمہ نگاری سے پیدا کی جاتی ہے۔ ناول اس نثری قصے کو کہتے ہیں جس میں کسی خاص نقطہء نظر کے تحت زندگی کی حقیقی اور واقعاتی عکاسی کی گئی ہو۔ ناول کا مرکزی کردار اس کا ہیرو ہوتا ہے۔ واقعات میں ایک تسلسل موجود ہوتا ہے۔ حقیقت نگاری اور صداقت بیانی اس کا خاصہ ہے۔ اس کا موضوع انسانی زندگی ہوتا ہے۔ یعنی انسانی زندگی کے حالات و واقعات اور معاملات کو انتہائی گہرے اور مکمل مشاہدے کے بعد کہانی کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔

ناول کے اجزا: کہانی، پلاٹ، کردار، مکالمے

National Book Foundation

۹۔ درج ذیل فارم نمونے کے طور پر دیا جا رہا ہے۔ آپ متعلقہ ادارے کی ویب سائٹ سے یہ فارم ڈاؤن لوڈ کریں اور اسے پُر کرنے کی مشق کریں۔

THIS FORM IS FOR OFFICE RECORD ONLY AND WILL NOT BE USED AS BIRTH REGISTRATION CERTIFICATE

NADRA

درخواست فارم برائے کمپیوٹرائزڈ برتھ رجسٹریشن

Applicant's Name

Applicant's CNIC No

Child's Name

Relation

Gender

Religion

Father's Name

Father's CNIC No

Mother's Name

Mother's CNIC No

Distt./Cantt Area of Birth

Date of Birth

Vaccinated Yes No

Disability

Address

District

برائے دفتری استعمال

سرگرمیاں

۱۔ کلیم اور ظاہر دار بیگ کی ملاقات کو چار پانچ طلبہ کے گروہ میں ڈرامائی صورت میں جماعت کے دیگر طلبہ کے سامنے پیش کریں۔

۲۔ اپنے والد سے درخواست کر کے اتوار والے دن کوئی سا روزنامہ اخبار منگوائیں۔ اتوار کے اخبار میں مختلف رودادیں، مضامین، سفر نامے، اداریے، خبریں، رپورٹس اور اشتہار وغیرہ شاملِ اشاعت ہوتے ہیں۔ اُن کو پڑھ کر ان کے مقاصد کی ترجمانی کرتے ہوئے اہم نکات کو اپنے الفاظ میں تحریر کریں تاکہ اگلی بار آپ خود ان مقاصد کی بہتر انداز میں ترجمانی کر سکیں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو روداد، مضمون، سفر نامے، اداریے، خبریں، رپورٹس اور اشتہار وغیرہ میں فرق بتائیں۔
- سبق خوانی سے قبل طلبہ کو اردو ناول کی تعریف، روایت اور ارتقا سے آگاہ کرتے ہوئے ڈپٹی نذیر احمد کے فکر و فن پر روشنی ڈالیے اور ”توبۃ النصوح“ ناول کے اہم کردار ’کلیم‘ کی شخصیت اور مزاج پر تبصرہ کریں تاکہ طلبہ اس زمانے کی تاریخ سے واقفیت حاصل کرتے ہوئے عصری تناظر میں اس کی اہمیت پر رائے دے سکیں۔
- طلبہ، اخبارات و رسائل میں چھپنے والی مختلف تحاریر (روداد، مضامین، سفر نامہ، خطوط، اداریے، خبریں، رپورٹ، اشتہار وغیرہ) کے متعلق جامع آگہی دیں۔

National Book Foundation

National Book Foundation

Approved by Government of Pakistan
Ministry of Federal Education & Professional Training
National Curriculum Council Secretariat
vide letter No. F.No.1-1(2024)-NCC/DEA/Dir/English Dated: March 4, 2024

قومی ترانہ

پاک سَرزمین شاد باد! کشورِ حسین شاد باد!
تو نشانِ عزمِ عالی شان ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد!

پاک سرزمین کا نظام قُوتِ اُخوتِ عوام
قوم، مُلک، سلطنت پائندہ تابندہ باد!
شاد باد منزلِ مُراد!

پرچم ستارہ و ہلال رہبرِ ترقی و کمال
ترجمانِ ماضی، شانِ حال جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذُوالجلال!

National Book Foundation

نیشنل بک فاؤنڈیشن
بطور
وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ، اسلام آباد
ISO 9001